حضرت مولانا

سید عبد اللہ حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

سلسلۂ خطباتِ دعوت واصلاح

(جلد پنجم)

دعوتِ انسانیت

مرتب

محمد ارمغان بدایونی ندوی

ناشر

سید احمد شہید اکیڈمی

دار عرفات، تکیہ کلاں، رائے بریلی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

طبع اول

رجب المرجب ۱۴۳۵ھ - مئی ۲۰۱۴ء

کتاب	:	سلسلۂ خطبات دعوت واصلاح (پنجم) **دعوت انسانیت**
خطیب	:	حضرت مولانا سیّد عبداللہ حسنی ندویؒ
ترتیب وپیشکش	:	محمد ارمغان بدایونی ندوی
صفحات	:	۱۴۴
تعداد	:	ایک ہزار (۱۰۰۰)

باہتمام : محمد نفیس خاں ندوی

ملنے کے پتے :

☆ ابراہیم بک ڈپو، مدرسہ ضیاء العلوم میدان پور رائے بریلی

☆ مکتبہ ندویہ، دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ ☆ الفرقان بکڈپو، نظیر آباد، لکھنؤ

☆ مکتبۃ الشباب العلمیۃ الجدیدۃ، ندوہ روڈ لکھنؤ

ناشر :

سید احمد شہید اکیڈمی

دارعرفات، تکیہ کلاں، رائے بریلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست

انسانیت کو تعاون کی ضرورت

انسان کو ہر مرحلہ پر انسان کی ضرورت ۱۱
دل کی خوشی کے لیے صحیح فٹنگ کی ضرورت ۱۲
انسان وہ ہے جو باہم تعاون کا خیال رکھے ۱۳

تمام انسانیت ایک کشتی کی سوار ہے

حقیقت سے ضرور واقف ہوں ۱۶
اپنے ملک کو پہچانیں ۱۷

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیام انسانیت

کہنے اور کرنے میں فرق ۲۰
آج جہالت پڑھ لکھ گئی ہے ۲۱
ڈاکٹر ہیں یا ڈاکو ۲۲
جیب پر نظر نہ ہو ۲۲
پیام انسانیت جلسوں سے وابستہ نہیں ۲۳
انسان کی کیا حیثیت رہ گئی؟ ۲۴
حلال کمائی آب حیات ہے ۲۴
دنیا امتحان ہال ہے ۲۵

صرف دیکھنے کے انسان ہیں ۲۶
یہ لڑائی کیسی؟ ۲۶
پڑھنے کو باسم ربک سے جوڑیں ۲۷
دانائی کی بات مومن کا گمشدہ مال ہے ۲۸

ہمارا سماج اور ہماری ذمہ داریاں

اگر ہمت کرے انساں تو پھر کیا نہیں آساں؟ ۲۹
ضرورت سوچ بدلنے کی ہے ۳۰
زبان کا خاص خیال رہے ۳۱
یہ سوچ کس نے پیدا کی؟ ۳۲
اگر ذمہ داری کو سمجھ لیں ۳۳

عقل کے صحیح استعمال کی ضرورت

شہرہ عقل کا باتیں بے عقلی کی ۳۴
عقل بند کر کے نہ رکھیں ۳۶
عقل بیچ میں رہے ۳۶
تعلیم صحیح ہو ۳۷
نوٹ پر نہیں دل کی لکیروں پر نظر ہو ۳۸
آج جہالت پڑھ لکھ گئی ۳۹
تعلیم کو مفید بنائیں ۳۹
نظر اٹھا کر دیکھیں ۴۰
اپنے ملک کو سمجھو ۴۰
ہر چیز میں لذت ہے اگر دل میں مزا ہو ۴۱

اگر دل میں پرکاش آجائے ۴۲
اگر ہم سکون چاہتے ہیں ۴۳

صحیح جوڑ کی ضرورت

غلط اور صحیح جوڑنے کا فرق ۴۴
غلط فہمیوں کو دور کریں ۴۵
اگر نہیں جانا تو مسائل کا حل نہیں ۴۶
میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے ۴۷
صرف سننا کافی نہیں ہے ۴۸
انسان کا فرض منصبی ۴۹
مذہب کبھی برائی نہیں سکھاتا ۴۹

پیام انسانیت وقت کا تقاضہ

صفائی اوپر سے کریں ۵۱
فیصلہ خبروں کی بنیاد پر نہ کریں ۵۲
صحیح انسان کی علامت ۵۲
ملک کو آگے بڑھائیں ۵۳
پیام انسانیت کا مقصد ۵۴
اصل معاملہ دل کا ہے ۵۴
ضرورت سوئی کی ہے ۵۵
انسان کہاں پہنچ گیا؟ ۵۵
انسانیت ایک کشتی کی سوار ہے ۵۶
دلوں کو ملایئے ۵۷

تار وہاں ہے گڑیاں یہاں ۵۷
دل کی خوشی کی ضرورت ۵۸

سماج کو سدھارنے کی فکر کریں

کوئی چیز بند کر کے نہیں رکھی جاتی ۶۱
اندھی تقلید نہ کریں ۶۲
مسلسل محنت کی ضرورت ۶۳
عقل کے تین کنارے ہیں ۶۴
افسوس کا مقام ہے ۶۵
اوپر سے تعلق برقرار رہے ۶۶
روشنی ضروری ہے ۶۷
سماج کو تعلیم کے ساتھ تربیت کی ضرورت ۶۸
تربیت کا خیال شروع سے رہے ۶۹
جانوروں کا بھی خیال رکھا گیا ہے ۶۹
سنسار انسان کے لیے ہے ۷۰
جب سماج کی اصلاح ہونے لگے ۷۱
ناراضی سے کیا فائدہ؟ ۷۲

اپنی نافعیت کو اجاگر کریں

بقائے انفع کا قانون بے لاگ ہے ۷۴
جب نفع ختم ہو جاتا ہے ۷۴
ہر چیز میں لذت ہے اگر دل میں مزا ہو ۷۵
انسان کی علامت ۷۶

اکابر کا طرزِ عمل ۷۶
سوچ اصل ہے ۷۷
زیرِ قلمت ہزار جان است ۷۸
دور پیکنگ کا ہے ۸۰
یاد دلاتے رہیں ۸۰
پیامِ انسانیت کا فائدہ ۸۱
قریب آکر سمجھنے کی ضرورت ۸۱
سب ہی ڈوبیں گے ۸۲
مسلمان سیرت کو آئیڈیل بنائیں ۸۳

اپنے آپ اور ملک کو نفع بخش بنائیے

افضلیت کیسے باقی رہے گی؟ ۸۷
سدھار کس طرح ہو؟ ۸۷
آپ جہاں بھی ہیں وہاں آپ کی ذمہ داری ہے ۸۹
ہم بہتر کب ہوں گے؟ ۹۰
عزت، جان، مال کی حفاظت ہر انسان پر لازم ہے ۹۰
لوگوں کے پریشانی کی وجہ ۹۲
کسی کی توہین انسانیت کے خلاف ہے ۹۳
اگر غور نہیں کیا تو ملک کو لیڈر کاٹ ڈالیں گے ۹۳

اصلی نوجوان کون ہے؟

اہل اللہ جوان رہتے ہیں ۹۶
اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا؟ ۹۷

دل کی کسک ۹۸

معذور کا علاج ضروری ہے ۹۹

دل کا اے، سی چلنے لگا ۱۰۰

اندر سے کڑھن ہونی چاہیے ۱۰۲

اصل تو یہ ہے کہ خالص ہو جائے ۱۰۳

غلط فہمی رہی تو کیا ہوگا؟ ۱۰۳

قرآن مہیمن علی الکتب ہے ۱۰۴

یہ شاندار ٹانک ہے ۱۰۵

ان کی حالت پر ترس کھایئے ۱۰۶

کمال تمہارا نہیں خدا کا ہوگا ۱۰۸

ہدایت انسان کے ہاتھ میں نہیں ۱۰۹

اندر کی کھدائی کرلیں ۱۰۹

ان کو دل کی خوشی کا راز بتاؤ ۱۱۰

یہ درد پیدا کیجئے ۱۱۱

ہمارا ٹارگیٹ نوجوان ہوں ۱۱۲

پہل کرنے والے کی بات ہی اور ہے ۱۱۲

دجال کی جنت سے کیا فائدہ؟ ۱۱۴

قیمت بڑھی ہوئی ہے ۱۱۵

اس کی رحمت کی وسعت ۱۱۶

پہلے تو آپ ہی کو آنا ہوگا ۱۱۷

ان باتوں کے ساتھ ساتھ ۱۱۷

آیئے ہم سب مل کر جینا سیکھیں!

پہلا مسئلہ ۱۲۰

دوسرا مسئلہ ۱۲۰
عقل کا استعمال ۱۲۱
پہلے ہم انسان ہیں ۱۲۴
میڈیا کا رول ۱۲۶
اپنی تہذیب کو بچائیے ۱۲۷
اپنی تہذیب مگر چیک اَپ کے ساتھ ۱۲۹

برادران وطن میں

اسلام کا تعارف اور ہماری ذمہ داریاں

دعوت کی اہمیت ۱۳۵
اسلامی نمونہ ۱۳۶
ایک قابل توجہ بات ۱۳۷
پیام انسانیت ۱۳۹
مظلوم کی مدد اور کچلے ہوئے طبقوں سے ہمدردی ۱۴۱

انسانیت کو تعاون کی ضرورت

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان ہے رحمت والا ہے

ہمارے قابل احترام بزرگو اور دوستو! اور خاص طور سے ہمارے اسٹیج پر بیٹھے ہوئے مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے رہنماؤ!

دیر اتنی ہو چکی ہے ظاہر ہے سب جانے کے انتظار میں ہیں، اور آدمی جب جانے کے انتظار میں ہو تو اس کو کچھ کہا نہیں جا سکتا، بلکہ یہ کہا جاتا ہے جائیے خوشی کے ساتھ، خیریت کے ساتھ، تو بس میں یہی کہنے آیا ہوں کہ آپ خوشی اور خیریت سے اپنے گھروں کو جائیں، انسانیت کا گلدستہ پھولوں کا مختلف شکلوں میں آپ کو جو پیش کیا گیا ہے، اس کو لے کر جائیے، وہ نہ بھولئے، اس لئے کہ اپ چلے گئے اور گلدستہ نہ لے گئے، تو گھر میں مہک پیدا نہیں ہوگی، اور جب مہک نہیں ہوگی تو آپ بچوں کی چہک نہیں سنیں گے، اور چڑیوں کی چہک بھی نہیں سن پائیں گے، اس لیے بس میں اتنا کہوں گا کہ گلدستے آپ لیکر جائیں، ایک پھول بھی رہنے نہ پائے، سب لے جائیں، اس لیے کہ ہمارے یہاں چمن اس کو کہتے ہیں جس میں ہر طرح کا پھول ہو اور اس میں ہر طرح کی خوشبو ہو، اسی کو لے جانا ہے، ایک چیز تو یہ ہوتی ہے کہ ماشاءاللہ کام کر رہے ہیں، جب کر رہے ہیں تو اس کو کرتے ہوئے بھی مزید کہا جائے، کیجئے تو ظاہر ہے کہ وہ جھنجھلا جاتا ہے، جیسے ایک لڑکا دوڑ رہا ہو کام کر رہا ہو، آپ اس سے کہیں ارے کام

کرو، وہ جھنجھلا جائے گا، ابا جی آپ دیکھ نہیں رہے ہیں میں کر رہا ہوں، لیکن اگر یہ کہا جائے ماشاء اللہ بڑا اچھا کام کر رہے ہو، میں تو یہ کہنے آیا ہوں، تو خوش ہو جائے گا، تو میں بھی آپ سے یہی کہنے آیا ہوں کہ آپ بہت اچھا کام کر رہے ہیں، اس کو آگے بڑھائیے، ایسا نہ ہو ہم لوگوں کا یہ ہوتا ہے آج کل یورپ نے یہ خیال پیدا کر دیا ہے کہ ہر چیز کا بدل یہ بدل نہیں ہے، بے وقوفی کی بات ہے، دماغ جس کا چلا ہوا ہو، وہی یہ بات کہہ سکتا ہے، دنیا میں، کوئی چیز ہو ہی نہیں سکتی۔

انسان کو ہر مرحلہ پر انسان کی ضرورت

اب آپ پیدا ہوئے تو اس وقت سے دیکھ لیجئے آپ جب پیدا ہوئے تو اس وقت اماں ابا تھے جب پیدا ہو گئے تو آپ کو ہر چیز کی ضرورت، جوتے کی ضرورت، اور سردی گرمی میں آپ بچیں کیسے اس کی ضرورت، تو کتنے ہاتھ لگے سردی کا سامان کہیں اور سے آیا، اور کرتا بنانے کے لیے کتنے ہاتھ لگے، میں تو کہتا ہوں آپ ایک لقمہ لے لیجئے کھانے کا آپ بیٹھ کر کھانا کھاتے ہیں اور کہتے ہیں پرسنل معاملہ ہے، اور لقمہ رکھ لیا منھ میں آپ تو پرسنل کہہ دیجئے، گیہوں پیدا کسی کھیت میں ہوا، اور اس کو کاٹا کسی اور نے، اور سنچایا گیا کہیں اور، پکایا کسی اور نے، کھایا جناب نے، اور بڑے زور سے اترا رہے ہیں پرسنل، ارے بھائی یہ کون سا پرسنل ہے آج کل ہمارے میڈیا والے کہتے ہیں نا، وہاں یورپ میں سب جگہ لگا ہوا ہے کوئی ننگا ناچنا ہو ناچے، کوئی ننگا ٹہلنا ہو تو ٹہلے، کوئی زنانہ ناچنا ہو تو ناچے، بس جو جی چاہے کرے، ارے جو جی چاہے کریں تو شراب خانہ ہو جائے گا، اس لیے کہ دنیا جو اوپر والے نے بنائی ہے کہا ہے یہ گلدستہ یہاں رکھو، یہ میز یہاں رکھو، یہ کرسی یہاں رکھو، لیکن من چلا جب آیا تو اس نے ایک لات ادھر ماری ایک لات ادھر ماری، اس سے کہا کیوں کیا ایسا؟ کہنے لگا پرسنل معاملہ ہے، میں جو چاہوں کروں۔

دل کی خوشی کے لیے صحیح فٹنگ کی ضرورت

ہماری جو فٹنگ ہے پنچر ہوگئی ہے، اس وقت فٹنگ کی ضرورت ہے، کہ اس کو صحیح کیا جائے، میں بہت کہتا ہوں آج کل جو ہمارے پنکھے جو چل رہے ہیں، ہوا لگ رہی ہے، یا نہیں، لگ رہی ہے لیکن میں کہتا ہوں نہیں لگ رہی ہے، صحیح ہوتے تو ہوا لگتی، یہ قصہ میں نے بہت جگہ سنایا میری ایک دوکان تھی وہاں لکھنؤ میں میں ایک دن اس کے نیچے بیٹھا ہوا تھا، اور پنکھا زور سے چل رہا تھا، اور ہوا نہیں لگ رہی تھی، تو میکانک کو بلایا اس سے کہا دیکھو معاملہ کیا ہے اس نے جب چھت پر کھڑے ہو کر دیکھا کہنے لگا پر الٹے لگ گئے ہیں، تو اب سارا مسئلہ یہ ہے سرگوشیاں ہو جاتی ہیں، اور یہ سب جو بیٹھے ہوئے ہیں، حضرات، سب کہتے تو ہیں وہ کہنا اور ہے، لیکن کرنا اور ہے، اب مسئلہ یہ نہیں ہے کہ آپ کے سامنے آکر خوب کہوں خوب تو کہا جا چکا، اور اس کے لیے میں نے کہا گلدستے لے کر جائیے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ ایک پیچ کش لے لیجیے، بس اسے پھوڑیے فورا معاملہ حل ہو جائے گا، ایک پر صحیح ہوگا ہوا آجائے گی، دو پر صحیح ہوں گے ہوا بڑھ جائے گی ،تینوں پر صحیح ہو جائیں گے مزا آجائے گا، پھر جب آدمی صحیح کرتا ہے تو دماغ کے اندر ہوا لگتی ہے، دل کے اندر ہوا لگتی ہے، سارا مسئلہ دل کا ہے دماغ کا ہے

کلفت میں برابر ہے وفا ہو کہ جفا ہو
ہر چیز میں لذت ہے اگر دل میں مزا ہو

اور اگر دل میں ہی مزا نہیں ہے، تو ان تمام چیزوں سے کچھ ہونے والا نہیں ہے، ہمارے یورپ والے محروم ہیں، اسی لیے وہاں Day چلتے ہیں، فلاں ڈے، ایک دن میں نے دیکھا کہ ایک ڈے ایسا بھی ہے خوشی کا دن، یہ منائیے آپ لوگ، ارے بھائی خوشی کبھی منائی جاتی ہے بیچارہ غم میں پڑا ہوا ہے، آپ کہہ رہے ہیں وہ بیچارہ منائے گا کیا؟ وہ تو غم میں پڑا ہوا ہے، بے دم پڑا ہوا ہے، ہمارے یہاں ایسا نہیں ہے، ہمارے یہاں یہ ہے کہ انجکشن اندر خوشی کا لگا دیجیے خوشی خود اچھلنے لگے گی، کہنا نہیں پڑے گا، ہم

لوگ جوانسانیت کا کام کرتے ہیں، وہ خوشی کا انجکشن لگاتے ہیں، اور اس کے ساتھ ساتھ خوشی کو اندر پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اور کہتے ہیں محبت سے مل کر دیکھئے، جب آپ کو مزا آئے گا، آپ اگر دور بیٹھے یہاں آکر قریب بیٹھے لیکن اندر کچھ اور سوچ رہے ہیں کچھ گڑ بڑ نہ ہو جائے، یہ نہ ہو جائے وہ نہ ہو جائے، جب ہمارے اندر کی کیفیت صحیح نہیں ہے تو پھر کیا ہوگا، اس لیے اس کو اچھی طرح سمجھنا چاہیے ہمارے ایک شاعر گذرے ہیں اس نے کہا تھا

آیئے اس بات سے اس درد کو میخانے کے بیچ
اک عجب مستی ہے اپنے دل کے پیمانے کے بیچ

بیچارے پیتے وہ ہیں جو اندر سے پریشان ہیں جس نے اندر سے پی لی ہے، اس کو باہر سے پینے کی کیا ضرورت ہے تو ضرورت اس بات کی ہے کہ پہلے اپنے اندر انسانیت پیدا کریں، میں ان سب سے کہوں گا جو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں ذرا دل کو صاف کرلیں، اور ہم بھی کریں گے ظاہر ہے ہم نہیں کریں گے تو کہنے کی جرأت کیسے؟ یہ تو کوئی بات نہیں ہوئی، آپ کہیں کچھ، کریں کچھ اور، میں سب کے سامنے گواہ بنا کر کہتا ہوں، آپ ہمارے دکھ میں شریک ہوئیے اور ہم آپ کے دکھ میں شریک ہوں، آپ ہمارا تعاون کیجئے، ہم آپ کا تعاون کریں گے، لیکن سمجھ کر، اگر نہیں سمجھ کر کریں گے تو ہمارے سوامی جی نے بات کہی ہے پھر وہی ہو جائے گا، سمجھ کر کرنے سے بات ہوتی ہے، اگر ہم سمجھیں گے نہیں تو پھر کیا ہوگا؟ ایک آدمی ہے جس کے بارے میں معلوم ہے یہ ہمارا خیال رکھتا ہے تو اس کی بات ہی کچھ اور ہوگی، ایسے ہی آپ ہم سے جان لگائیں گے پہچان لگائیں گے تو اس کی بات ہی کچھ اور ہوگی۔

انسان وہ ہے جو باہم تعاون کا خیال رکھے

میرے بھائیو اور دوستو! مجھے اتنا بھی نہیں کہنا تھا لیکن بات چل پڑی اتنی بات میرے منھ سے نکل گئی، بس یہ آخر میں پھر کہتا ہوں، کچھ لے کر جائیے، اور آگے

بڑھاپے رکنا نہیں چاہیے جس طرح عمر بڑھتی رہتی ہے کوئی انسان رک نہیں رہا ہے یہاں یہ بھی سیٹ کر لیجئے کوئی انسان یہ سمجھ رہا ہے کہ میں رکا ہوا ہوں، تو وہ بے وقوفی کی بات ہے کوئی ٹھہرا ہوا نہیں ہے، آج بیس سال کا، کل اکیس سال کا، بیس گئے اکیس میں آ گیا، بائیس میں آ گیا، آخر میں وہ چلا جائے گا، اس لیے اس کو چلتے رہنا چاہیے اور آگے بڑھتے رہنا چاہیے جس طرح ہم لوگ یہاں نوکری کرتے ہیں، تو ہر آدمی چاہتا ہے کہ بڑھ جائے، ایسے ہی پڑھانے والا ٹیچر ڈگریاں لیتا ہے ایم اے کی، بی ایڈ کی یہ سب کیوں کرتے ہیں؟ چھوڑ دیں انسان کھانے کو تو بس ملنا ہے تو سب کو ملنا ہے، ٹھیک ہے یہ تو جانور والی زندگی ہے، کہ کھانے کے چکر میں پڑے، اور پہننے کے چکر میں پڑے، لیکن ایسا شخص کچھ اور ہو سکتا ہے، انسان نہیں ہو سکتا، انسان تو وہ ہے جو دوسروں کے کام آئے، دوسروں کو نفع پہونچائے، اپنے بھائیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے، غریب کو دیکھے تو اس کا دل پسیج جائے اور اس کی پریشانی دور کرنے کے لیے نکل کھڑا ہو، بس ہم سب نکل کھڑے ہوں اور اسلام کے لیے اپنے آپ کو تیار کر لیں اللہ ہم کو اور آپ سب کو صحیح چلنے کی صحیح سمجھنے کی صلاحیت دے، اور ہم سب کو کامیاب کرے، اور ہمارے اس جلسہ کو جنہوں نے آرگنائز کیا ہے ان کو بھی اچھی ہمت دے، طاقت دے، تاکہ اچھے انداز سے وہ کام کر سکیں، اور ہم سب کو جڑنے کی اور سمجھنے کی صلاحیت دے، اُسی پر کچھ امید ہے، وہ جو چاہیں دیں۔

و آخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

تمام انسانیت ایک کشتی کی سوار ہے

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے، جو بڑا مہربان، نہایت رحم کرنے والا ہے۔
آدرنیے سوامی جی، اور اسٹیج پر بیٹھے ہوئے بزرگو اور دوستو!

ابھی آپ حضرات بہت دیر سے یہاں بیٹھے ہوئے ہیں اور بہت باتیں اچھی سے اچھی سن چکے ہیں، اب مزید کہنے کی ضرورت نہیں ہے، اور نہ موقع ہے، اس لیے کہ سب لوگ اب جانا چاہتے ہیں، ایسے میں ذرا بات کہنا مشکل ہوتا ہے، بس اتنا کہیں گے کہ جو کچھ آپ کو ملا ہے اس کو لے کر جائیے، اور ایک بات یاد رکھئے کہ بغیر ایک دوسرے کو جانے اور پہچانے نہ قریب آسکتے ہیں، اور نہ مل کر اس ملک کو آگے بڑھا سکتے ہیں، اس لیے ہماری اور آپ کی ذمہ داری ہے کہ ہم ایک دوسرے کو سمجھیں، آپس میں اچھا معاملہ کریں، اچھا تعارف کریں، یہ کام ہم کریں گے تو ہمارا کام آگے بڑھتا چلا جائے گا، اور اگر اس کے برخلاف کریں گے تو ایک بات یاد رکھئے کہ ہم سب ایک کشتی پر سوار ہیں، اور جب کشتی پر سوار ہیں، تو وہ جب ڈوبے گی، تو سب ڈوب جائیں گے، اور ہندو ہی نہیں ڈوبیں گے، مسلمان بھی ڈوب جائیں گے، سبھی ڈوبیں گے، اس لیے کہ یہ بات یاد رکھئے کہ حضرت محمد ﷺ نے مثال دی ہے کہ ایک کشتی ہے، جس میں ہم سب چڑھے ہوئے ہیں، اپر کلاس لور کلاس، اپر کلاس والے اوپر ہیں، اور لور کلاس والے نیچے ہیں، لیکن نیچے کلاس والوں کو پانی اوپر لینے جانا پڑ رہا ہے، اور وہ آکر

پانی لیتے ہیں، تو وہ کہتے ہیں پانی لینے آتے ہو پریشان کرتے ہو، اور پانی گرتا بھی ہے، ظاہر ہے جس بالٹی کو لے کر جائیں گے تو اس سے پانی تو گرے گا، انہوں نے سوچا کہ ہم لور کلاس میں رہیں گے، نیچے یہیں سوراخ کرلیں، پانی مل جائے گا کشتی میں، اب اوپر والے یہ سوچیں ہم کو کیا مطلب، سوراخ کریں تو کریں، وہ جانیں ان کا کام، اگر انہوں نے ایسا کر دیا تو پھر ظاہر ہے کشتی میں پھر پانی داخل ہو جائے گا، نیچے والے تو جائیں گے ہی نیچے، اوپر والے بھی جائیں گے نیچے، اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم سب اس کے لیے تیار ہو جائیں۔

حقیقت سے ضرور واقف ہوں

اس موضوع پر ہمارے سوامی صاحب کی بات ہوگئی، اور انہوں نے ساری باتیں آپ کے سامنے رکھ دیں، بس یہی چند باتیں ہیں، یہاں سے لے کر جائیں، اور عمل کرنے کے لیے تیار ہو جائیں، اور سب مل کر کریں، اور ایک دوسرے کو سمجھیں اور پڑھیں، اور کتابیں جو دی گئی ہیں، ان کو پڑھیں اور جن لوگوں کو نہیں ملی ہیں، وہ لے کر پڑھیں، خرید کر پڑھیں، اور ان کو مانگ کر پڑھیں، تو معلوم ہوگا، کہ اصل کیا ہے؟ اور حقیقت کیا ہے؟ اور کیا کہا جا رہا ہے، اس وقت ہم سب ایسے ہو گئے ہیں، ہمارے سوامی صاحب بھی کہتے رہتے ہیں، کوا کان لے گیا، کوے کے پیچھے دوڑتے ہیں، کان نہیں دیکھتے کان لگا ہوا ہے، جس نے جو کہہ دیا اس کے چکر میں پڑ گئے، قرآن مجید میں کہا گیا ہے، کہ اگر تمہارے پاس ایسا آدمی جس کے بارے میں پتہ نہیں ہے اچھا ہے یا برا ہے- آج کل اچھے کم ہیں، برے زیادہ ہیں- وہ کوئی خبر لے کر آئے، تو اس کو سچا نہ جانو جب تک تحقیق نہ کرلو، کہ یہ جو خبر لایا ہے، یہ کیا ہے؟ آج کل تو ہمارے اخبار والے اللہ معاف کرے پڑھنا مشکل ہے، اس لیے جب خبر آئے تو معلوم کر لینا چاہیے، کہ سچی ہے یا جھوٹی خبر ہے، معلوم ہوا جھوٹی خبر تھی اس پر ہم نے

اپنا دماغ بنالیا، سوچ بنالی، اور بعد میں شرمندہ ہو رہے ہیں، کہ میں نے اخبار میں پڑھا تھا، تو دیکھ تو لیتے اخبار والوں نے سچ لکھا ہے یا جھوٹ لکھا ہے، آج کل تو ٹیلی ویزن پر دکھاتے ہیں، بعد میں معلوم ہوتا ہے، جھوٹ تھا، اس لیے بہت عجیب وغریب ہے یہ میڈیا کا دور ہے، سچ کو غلط کردو، غلط کو صحیح کرو، یہ اس دور کا خاص فن ہے، اس کو سمجھنا پڑے گا، اور یہ لوگ جو بھی ہیں، ان میں کون سچا ہے، اور کون جھوٹا ہے، جب اس کو اچھی طرح سے سمجھیں گے تبھی اس کے برتاؤ کو صحیح کر پائیں گے، نہ ورنہ جب نہیں سمجھ پائیں گے تو معلوم ہوگا چڑیا چگ گئی کھیت، اب کیا پچھتائیے، جب چڑیا چگ کر چلی گئی ،تو کہہ رہے ہو اب کیا ہوا؟

اپنے ملک کو پہچانیں

ہمارا ملک جو ہے، بہت بڑا ملک ہے، اور اس میں اللہ تعالیٰ نے بہت گن رکھے ہیں، مفادات رکھے ہیں، اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے، اگر کوئی تھیلے میں بند کر کے رکھ لے تو کیا ہوگا جیسے ہمارے یہاں ایک زمانہ میں رہا ہے، کہ سونا چاندی باہر بھیج دیتے تھے، ارے بھائی باہر بھیجنے سے کیا فائدہ؟ بازار میں لاؤ، تا کہ دوسروں کو بھی فائدہ پہونچے، ایسے ہی اس کے اندر جو خوبیاں ہیں، ان کو سامنے لانا چاہیے، اور ان سے فائدہ اٹھانا چاہیے، تو پھر ہم سب مل کر اس کو اٹھالیں گے اوپر، اور اگر ایسا نہیں کیا تو پھر سمجھ لو کہ جہاز بہت بڑا ہے، نیچے بیٹھتا جائے، ڈوبتا جائے گا، اسی لیے ہم لوگوں نے یہ کام شروع کیا ہے، یہی پیام انسانیت ہے، اسی کے لیے باہر جا رہے ہیں، شہر شہر جا رہے ہیں، اور مختلف علاقوں کا دورہ کر رہے ہیں، اوپر والا ہمارا مددگار ہو، اور اس کام کو ہم آگے بڑھائیں، تا کہ ہم سب کا بھلا ہو، ہمارے ملک کا بھلا ہو، اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیام انسانیت

شروع کرتا ہوں میں اللہ کے نام سے جو بڑا ہی مہربانی والا رحم والا کرم والا ہے

اسٹیج پر بیٹھے ہوئے قابل احترام دوستو اور اس انسانیت کے نام پر اور انسانیت کے سب سے بڑے علمبردار کے نام پر جمع ہونے والے میرے ساتھیو!

اوپر والے نے ایک بات کہی ہے ﴿بَلِ الْإِنسَانُ عَلَى نَفْسِهِ بَصِيرَةٌ، وَلَوْ أَلْقَى مَعَاذِيرَهُ﴾ (القيامة: ٤-٥) کہ انسان اپنے بارے میں خوب جانتا ہے چاہے وہ باتیں کتنی ہی اچھی اچھی کرلے، کہ میں تو بڑا اچھا ہوں اب ظاہر ہے کہ یہ دور تو باتیں بنانے کا ہی ہے شاید اس سے پہلے یہ دور کبھی نہ آیا ہو اب تو بس یہ ہے کہ اوپر دیکھیے اندر نہ پوچھیے، جس کو کہا گیا ہے صورت ہمیں حالت میرس، تو صورت نہیں بلکہ حالت ٹھیک کرنے کی کوشش میں ہم لوگ یہاں آئے ہیں اور حالت کا تعلق اندر سے ہے باہر سے نہیں، تو اندر کو پہلے ٹٹولنا ہوگا، تو اوپر والے نے جب سب سے پہلے آدم اور حوا کو پیدا کیا- یہ ہر جگہ آسمانی کتابوں میں لکھا ہے ویدوں میں بھی ہے توراۃ میں بھی ہے انجیل میں بھی ہے اور قرآن میں تو بہت زیادہ ہے اور میں دکھا بھی سکتا ہوں میرے پاس لکھا ہوا بھی موجود ہے، تو بہر حال پھر لوگ جبھی سے بڑھتے چلے گئے یہاں تک کہ ہم اتنی بڑی تعداد میں بیٹھے ہوئے ہیں، اور اس مرحلہ میں یہ بھی ہوا کہ کچھ ایسے عناصر وجود میں آئے جو لوگوں کو غلط کاموں پر ابھارتے رہے اور کچھ ایسی چیزیں ہوتی ہیں

جن کو اگر سامنے لایا جائے تو معاملہ گڑ بڑ ہو جاتا ہے اس کو یوں سمجھ لیں جیسے کھاد ہے یعنی اس کو نیچے دبایا جاتا ہے، تاکہ وہ برگ و بار لائے ہاں اگر اسی کو ہم کمرہ میں رکھیں تو کیا ہوگا؟ بدبو پھیلے گی، اب اسی طرح انسان چونکہ مٹی کا ہے اس کی بھی اللہ نے ایک کھاد رکھی ہے جس کی اس کو ضرورت ہے، اور وہ بیان کی ہے ساری انسانیت کے نبی پاک ﷺ نے کہ وہ کھاد کیا ہے؟ وہ ہے حسد اور کینہ، اس کے بہت سے علاج بیان کئے ہیں صوفیاء وغیرہ نے لیکن حضرت محمد ﷺ نے جو بتایا ہے وہ سب سے اعلیٰ ہے فرمایا: جب انسان کو حسد ہو کسی سے تو اس کو ظاہر نہ کرے بلکہ اس کو دل کے اندر دبا کر رکھے تو پھر اسی سے پھول کھلیں گے محبت کے، شفقت کے، تو یہ ضروری ہے کہ ہم اس کھاد کو باہر نہ رکھ کر اندر رکھ کے اپنے منہ سے پھول جھاڑیں، اب یہ ہم نے کیا نہیں تو نتیجہ کیا ہے؟ کہ آج پورا معاشرہ ہمارا سڑ چکا ہے، قرآن مجید میں ہابیل اور قابیل کا قصہ بیان کیا گیا ہے جس میں ہے کہ قابیل کی قربانی قبول نہیں ہوئی تھی، اور اس نے حسد میں آ کر اپنے بھائی کو قتل بھی کر دیا تھا، تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ قیامت تک ہر قتل میں اس پر بھی گناہ ہوگا تو یہ ہے وہ حسد جس کو اس نے نہیں دبایا تو کتنا بڑا نقصان ہوا، تو ضرورت اس کو سمجھنے کی ہے، اسی لیے اوپر والے نے ہر زمانہ لوگوں کی رہنمائی کے لیے سندیشٹا بھیجے ہیں، تاکہ عمل صحیح کریں لوگ، لیکن جب آدمی میں حسد پیدا ہو جاتا ہے اور دنیا کے لیے مرنا اور جینا ہو جاتا ہے تو پھر معاملہ گڑ بڑا تا ہے، تو یہ معاملہ سمجھانے کا چلتا رہا بہت دن تک یہاں تک کہ حضرت محمد ﷺ کو بھیجا تو فرمایا یہ تم کو ایک آخری کتاب دی جا رہی ہے، اور یہ ہم تم کو دے رہے ہیں اور یہ بات تمام لوگ ہی مانتے ہیں کہ یہ قرآن آپ پر ہی نازل ہوا ہے، تو رسول نے کہا میری بات مانو، اور رسول کے معنی ہی ہے سندیش لانے والا، تو اس سندیش کو سمجھنے کی ضرورت ہے، کہ معلوم ہو سکے کہ انسانیت کا پیغام کس طرح سے وہ دے کر گئے ہیں اور معلوم ہوگا کہ حضور بچپن سے لے کر پچپن تک وہی کہتے رہے وہی کرتے رہے۔

کہنے اور کرنے میں فرق

ایک بات یاد رکھیں خوب کہنا اور خوب کرنا دونوں میں فرق ہے، یوں تو بہت سے فلاسفہ نے بھی بہت سی اچھی باتیں کہی ہیں، لیکن چل نہ سکیں ان کی باتیں کیونکہ ان کے آگے کوئی نمونہ نہیں تھا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کر کے بھی دکھایا، جیسے ایک صحابی جب اپنے غلام کو مار رہے تھے تو آپ نے آکر کہا نہ مارو، پورا قصہ ہے، تو اس میں بھی آپ دیکھیں آپ کے جو خادم ہیں خود ان کا کہنا ہے کہ دس سال تک میں آپ کی خدمت میں رہا لیکن کبھی بھی آپ نے یہ نہیں فرمایا تم نے یہ کیوں کیا؟ یہ کیوں نہیں کیا؟ یہ معمولی بات نہیں ہے، آج ایسا ہونا بہت مشکل ہے، اور فرمایا نہ آپ نے اپنے ہاتھ سے کسی عورت کو نہ کسی اور کو مارا، حالانکہ ایک دیہاتی نے تو ایک مرتبہ کتنی زور سے آپ کی چادر کھینچی تھی اور کہا کہ وہ مال لاؤ جو اللہ نے تم کو دیا ہے آپ دیکھیں گے اس پر بھی آپ نے کچھ نہیں فرمایا، اب لوگ دیکھتے نہیں ہے کہ کتنا آپ کو ستایا گیا ہے حتی کہ آپ کی پیٹھ تک پر گندگی ڈال دی گئی، آپ کے اوپر کوڑا پھینکا گیا اور نہ جانے کیسے کیسے نازیبا الفاظ سے پکارا گیا، اور جو وہاں کے نالائق لوگ تھے وہ محمد نام جس کے معنی ہیں تعریف کیا جانے والا اس کو بگاڑ کر کہتے تھے تمہارا نام مذمم ہے، یعنی جس کی مذمت کی جائے، تو آپ اس پر بھی بس اتنا ہی کہہ دیتے تھے کہ میں تو محمد ہوں، اور دنیا میں آج کوئی ایسا نہیں ہے جس کی اتنی تعریف کی جاتی ہو اور یہ سلوک ایک دو دن نہیں بلکہ پورے تیرہ سال کیا گیا، یہ تو آپ کے ساتھ تھا اور جو آپ کے ماننے والے تھے اس کو تو ہم تصور نہیں کر سکتے تھے، حضرت بلال، حضرت خبیب، سب نمونے موجود ہیں، آپ اس وقت بھی بس یہی بات کہہ رہے تھے معاف کرو، ہاں یہ راستہ نہ چھوڑنا کیونکہ یہ سکون کا راستہ ہے، اور مدینہ میں جانے کے بعد تو اجتماعی طور پر ہی مکہ والوں نے چڑھائی کی، اور کیا کیا نہیں ہوا، لیکن ان تمام حالات کے بعد جب آپ مکہ میں فاتحانہ شان سے داخل ہوئے، اور پھر جو آپ نے لوگوں کو کہا وہ بھی تاریخی جملہ ہے فرمایا

لاتثریب علیکم الیوم،(السنن الکبری للبیهقی) کہا آج تم سب آزاد ہو، یہ معافی کا درجہ،اور یہ بھی آپ نے فرمایا کہ آج کا دن اچھے بدلہ کا ہے، انتقام لینے کا نہیں ہے، یہ سب معمولی بات نہیں ہے۔

آج جہالت پڑھ لکھ گئی ہے

میرے بھائیو اور دوستو! ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم سیرت نبوی میں انسانیت کے پہلوؤں کو دیکھیں کہ کس طرح آپ نے انسانیت کا سبق اس معاشرہ میں دیا جو اپنی ''أنا'' کے آگے کسی کو مانتا نہیں تھا سب جانتے ہیں کہ مکہ کا معاشرہ کیا تھا تھا جاہلیت میں ڈوبا ہوا یا یوں کہہ لیں کہ جیسے آج ویسے ہی وہاں تھا،لوگ کہیں گے کہ آج کل تو ماشاء اللہ پڑھے لکھے لوگ ہیں، مکہ کا جو تھا وہ تو جاہلیت میں ڈوبا ہوا تھا، وہاں تو پڑھنے لکھنے والا کوئی تھا ہی نہیں، لیکن بس فرق اتنا ہے کہ وہاں کی جہالت بے پڑھی لکھی تھی، آج کل کی جہالت پڑھ لکھ گئی ہے، بس اتنا سا فرق ہے، اس کا ٹھیک کرنا آسان تھا کسی درجہ میں کہ وہ کہتے تھے نہیں مانوں گا اور جب سمجھ میں آگیا تو مرمٹنے کو تیار، لیکن ہمارا معاشرہ تو ایسا ہے، کہ اگر ان کے سامنے کوئی بات رکھی جائے تو بہت سے منافق تو ایسے ہیں، کہ کہتے ہیں ہاں بہت اچھی بات آپ کر رہے ہیں، لیکن اندر سے کہتے ہیں کریں گے وہی جو ہمارا جی چاہے گا، اس لیے کہ اب ہم پڑھ لکھ گئے ہیں، اور جہالت بھی پڑھ لکھ گئی ہے، آج جہالت پڑھ لکھ جانے کے بعد اس کو یوں آپ سمجھ لیں کہ پہلے حکیم ہوتے تھے اللہ کے رسول ﷺ کے زمانہ میں بھی حکیم تھے، جو علاج کرتے تھے معالجہ کرتے تھے، اور ہمیشہ رہے ہیں، ہمارے بچپن تک بھی، جو اچھے بڑے بڑے حکیم ہوتے تھے، ہمارے حکیم ثناء اللہ خاں صاحب میں ان کے پاس جاتا تھا تو بڑا مجمع ان کے یہاں مریضوں کا آتا تھا، بہت سے مریضوں کو کھانا بھی کھلاتے تھے، دوا بھی دیتے تھے، کرائے کے پیسے بھی دیتے تھے، آج بتا دیں کوئی ڈاکٹر ایسا ہے جو اس کا علاج بھی کرے، دوا بھی دے، اور اس کا دل بستگی کا سامان بھی کرے، اس کو تسلی بھی دے۔

ڈاکٹر ہیں یا ڈاکو

آج تو پہلا کام ہمارے ڈاکٹروں کا یہ ہے کہ مریض جیسے ہی آئے پہلے ہی ڈرادو، چیک اپ نہیں کراؤ گے تو کینسر ہو جائے گا، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا جب مریض کے پاس جاؤ تو اس کو ڈراؤ نہیں، اس سے کہو ٹھیک ہو جاؤ گے گھبراؤ نہیں، اوپر والے کے ہاتھ میں ہے سب ٹھیک ہو جائے گا، اس کو کتنی تسلی ہوگی، آج کل ہمارے ڈاکٹر صاحبان کہتے ہیں بالکل اس کا الٹا کام کرتے ہیں، یعنی جو مریض ہوتا ہے، اس کو اور مریض بنا دیتے ہیں، وہ گھبرا جاتا ہے اور گھبراتے اس لیے ہیں کہ جیب کاٹنا ہوتی ہے، کیونکہ آج کل ڈاکٹری جو ہے وہ پیسے سے حاصل ہوتی ہے، اور پیسہ حاصل کرنے کا بہت بڑا ذریعہ بن گئی ہے، اس کا نتیجہ کیا ہے کہ جب ڈاکٹر بنتے ہیں، تو اپنے کو لٹاتے ہیں، اور جو پڑھ کر آتے ہیں، تو دوسروں کو لوٹتے ہیں، بس لٹوانا اور لوٹنا اس کے درمیان معاملہ چل رہا ہے، تو ان کو ڈاکٹر کہا جائے یا ڈاکو کہا جائے، یعنی پڑھے لکھے ڈاکو، اس لیے سب کو نہیں کہتا ظاہر ہے کہ ابھی بھی انسانیت باقی ہے باقی نہ ہوتی تو اتنے بہت سے لوگ یہاں نہ آتے، لیکن جو ڈاکٹر گردے نکال کے بیچتا ہے، اور جو ڈاکٹر الٹراساؤنڈ میں زبردستی پتھری دکھاتا ہے، پیسے وصول کرنے کے لیے، اور جو اس طرح کا کام کرتا ہے، زبردستی جاؤ، یہاں چیک اپ کراؤ، وہاں چیک اپ کراؤ، چونکہ ہمارے کمیشن خوروں سے نہیں کروایا ہے ان سے کرواؤ، اور اپنی جیب بھرتا ہے، یہ پیسہ اسلام میں حرام ہے، یہ مسئلہ میں مولوی ہونے کی حیثیت سے بھی بتاتا ہوں لوگوں کو، اگر ہمارے مسلمان بھائی کرتے ہیں تو حرام کھا رہے ہیں۔

جیب پر نظر نہ ہو

حرام کھانے کے بعد کیا ہوتا ہے، کہ اندر سے چین چھن جائے، اور اوپر والا پسند نہیں کرے گا، اور جن لوگوں کے یہاں ایسی دولت آتی ہے، بس ان کا کام پریشان

کرنااور پریشان ہوناہے، ایسے گھر میں کبھی چین نہیں ہوسکتا، اوپر والے نے تو کہا تھا کہ انسانیت کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، کوئی تمہارے پاس آئے اس کے دل کو دیکھو کیسے دھڑک رہا ہے، اس کی پریشانی کو دیکھو اس کے گھر میں کیا ہے، لیکن تم اس کی جیب کو دیکھتے ہو کہ اس کی جیب اچھی ہے کہ نہیں، ہمارے حضرت مولانا فرمایا کرتے تھے کہ آج کل دفتروں میں رشوت کا مسئلہ ایسا بڑھ گیا ہے، کہ جو وہاں جاتے ہیں کام کرانے تو سوچنا چاہیے بڑے بڑے افسروں کو کہ ایک بے چارہ آدمی آگیا میں بے کار بیٹھا ہوا تھا کہ اس کی وجہ سے میں اللہ کے ہاں مقبول ہو جاؤں گا، کام کر کے اس کا کام بنا کر، لیکن ان کی نظر جیب پر ہوتی ہے کہ آنے والا کس کیٹگری کا ہے، اور جو عقلمند ہوتے ہیں وہ ذرا سا نوٹ باہر نکال لیتے ہیں، کہ سامنے والا دیکھ لے کہ ہزار ہزار کے ہیں یہ مشکل کشا موجود ہے، کام بن جائے گا، تو آج معاملہ بالکل الٹا ہوتا چلا جارہا ہے۔

پیامِ انسانیت جلسوں سے وابستہ نہیں

مجھے معاف کریں میں کہتا ہوں کہ انسانیت کا کام جلسہ سے وابستہ نہیں ہے، انسانیت کرنے کا کام ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ اوپر والے نے بھی کہا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کہا چھپ کر کرنے کا ہے، یہاں تک کہ ایک حدیث میں آتا ہے، کہ اگر پیسہ دینا ہو کسی غریب کو، تو داہنے ہاتھ سے دو کہ بائیں ہاتھ کو پتہ نہ چلے، اس طرح چھپ کر دو، لیکن آج کل لوگوں نے کہا کہ چُھپ کر کام نہیں ہوتا ہے چَھپ کر ہوتا ہے، پرچوں میں چھپ کر اخبارات میں نام آجائے چاہے کام ہو یا نہ ہو، جب یہ ہمارا ذہن ہو جائے گا تو کام چلے گا کیسے؟ اس کے لیے کچھ لوگوں کو تیار ہونا پڑے گا جو کہ نام سے اپنے کو دور کرلیں اور اپنی شہرت سے اپنے کو الگ کرلیں اور اللہ کے لیے اور انسانیت کے لیے کام کرنے کے لیے میدان میں آجائیں تو آپ دیکھئے کہ آج انسانیت کے ساتھ رہنے کا مزا آجائے گا ہمارے حضرت مولانا فرمایا کرتے

تھے دنیا میں ہی جنت کا مزا آجائے گا،آپ کر کے تو دیکھئے آج کل ہر ایک دوسرے کو دیکھ کر گھبراتا ہے۔

انسان کی کیا حیثیت رہ گئی؟

اس لیے ہمارے ایک بزرگ تھے یہاں موتی محل پل پر ایک دن کھڑے ہوئے تھے تو سامنے سے موٹر گذری،انہوں نے کہا یہ کیا گذری؟ کہا موٹر،انہوں نے کہا یہ کیا گذری؟ کہا موٹر سائیکل،انہوں نے کہا یہ کیا ہے؟ کہا رکشہ،اور یہ سائیکل،انہوں نے کہا،نہیں،یہ کچھ نہیں گذرا،موٹر کو کہنے لگے یہ ایک ہزار روپیہ جارہے ہیں،اور موٹر سائیکل کو کہنے لگے یہ سو روپیہ جارہا ہے اور رکشہ کو کہنے لگے یہ پچاس روپیہ جارہا ہے ،بیس روپیہ جارہے ہیں،یہ ہی قیمت رہ گئی ہے انسان کی بس،آپ پیسہ پھینکیں تماشہ دیکھیں،اور پیسہ لینے اور دینے میں کچھ رہا نہیں ہے،حرام کھائے رشوت لیتا ہو،رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تھا رشوت لینے والا،رشوت دینے والا دونوں نرگ میں جائیں گے ،جہنم میں جائیں گے،اب جہنم میں جانے کا مطلب وہ تو وہاں مرنے کے بعد جو ہوگا وہ ہوگا،یہاں تو دنیا میں بھی نرگ میں آجاتے ہیں،ایسے لوگ پنپتے نہیں ہیں،حرام آتا ہے،تو حرام میں جاتا ہے،غلط آتا ہے تو غلط میں جاتا ہے۔

حلال کمائی آب حیات ہے

سوالڈ چیز سوالڈ ہوتی ہے،پولی چیز پولی ہوتی ہے،اس کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی،محنت مزدوری کا پیسہ ہوتا ہے،تو بہت اعلیٰ درجہ کا ہوتا ہے،انبیاء جو آئے ہیں بڑے بڑے Messagengers آئے ہیں،ان میں کئی کا نام ملتا ہے،حضرت زکریا،حضرت داؤد،جن کو ڈیوڈ وغیرہ کے نام سے بھی یاد کرتے ہیں،کوئی لوہے کا کام کرتا تھا،کوئی بڑھئی کا کام کرتا تھا،کیونکہ محنت مزدوری سے جو پیسہ آتا ہے وہ سوالڈ ہوتا ہے،یعنی یوں کہہ لیں ''آب حیات''،زندگی کا پانی ہے،حلال کمائی،اور زندگی کو صحیح

طور پر لگانے کا نام ہے حلال کمائی۔

دنیا امتحان ہال ہے

میرے بھائیو اور دوستو! ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اس کو سمجھیں اور یہ اس وقت تک نہیں ہوگا جب تک کہ ہم کو اوپر کا خوف نہ ہو، اور یہ نہ ہو کہ آخر میں یہاں سے جانے کے بعد ہم کو جواب دینا ہے، کہ تم کیا کر کے آئے ہو؟ یہ دنیا جو ہے Examination Hall ہے، یہاں تو اس لیے بھیجا گیا ہے کون ظلم کرتا ہے ؟ کون مظلوم بنتا ہے؟ کون اچھا کام کرتا ہے؟ کون برا کام کرتا ہے؟ تا کہ اس کے کیے کا بدلہ یہاں بھی کچھ ملے اور حقیقۃ وہاں ملے گا، جب آنکھ بند ہو جائے گی، اور اس کا ذکر ہر جگہ ہے، وہی جیسے بہت سے لوگوں نے اپنے مطلب کے لیے کچھ گھٹا دیا کچھ بڑھا دیا، ایسے ہی کتابوں میں بھی کیا ہے، ورنہ بائبل میں بھی موجود ہے، ویدوں میں بھی موجود ہے، گیتا میں بھی موجود ہے، اور میں ادھارڑ دے سکتا ہوں میرے پاس لکھا ہوا موجود ہے، اور قرآن میں تو بہت زیادہ ہے، کہ سب کو مر کے جانا ہے، کہ کیا کر کے آئے ہو، اس لیے دنیا میں ہوتا یہ ہے کہ ایک آدمی ظلم کرتا ہے، اور دوسرا مظلوم رہتا ہے، اور وہ دونوں مر کر چلے جاتے ہیں دنیا سے، کوئی دیکھتا ہی نہیں، کہ ظالم کو اس کی سزا کہاں ملنی ہے، کہاں ملے گی سزا؟ وہاں ملے گی سزا، بچ نہیں سکتا کوئی، اور یہاں بھی اوپر والا دکھا دیتا ہے، دکھاتا کیسے ہے؟ بات یہ ہے کہ کوئی نرگ کی طرف بڑھ رہا ہے کوئی سورگ کی طرف بڑھ رہا ہے، جیسے موت کے قریب آدمی آتا ہے، تو موت کے قریب آنے کا مطلب یہ ہے کہ سورگ میں جائے گا یا نرگ میں جائے گا، جنت میں جائے گا یا جہنم میں جائے گا، تو جیسے ہم لوگ گرمی میں دھوپ میں چلیں، اور آگے کوئی بہت بڑا جنگل ہو، تو جتنا اس کی طرف بڑھیں گے تو ہوا ٹھنڈی آنے لگے گی، ٹھنڈی ہوا ، اور لوگ کہیں گے معلوم ہوتا ہے کوئی جنگل آ رہا ہے کوئی باغ آ رہا ہے اور اگر ہم ٹاٹا

برلا کی وہ کمپنی جس میں لوہا پگھلایا جاتا ہے۔اس سے میں گذرا ہوں۔اس کے جتنا قریب ہوں گے تو آنچ آئے گی، گرمی میں آئے گی، تو اندر پریشان ہوگا، کہاں سے گرمی آرہی ہے، ایسے ہی جو اچھے لوگ ہوتے ہیں، ان کے دل میں ٹھنڈی ہوائیں آنے لگتی ہیں، جتنا وہ قریب ہوتے جائیں گے اتنے ہی دل کے اندر سکون بڑھتا جائے گا، اور جتنا نرگ کی طرف جائیں گے اتنی ہی بے چینی بڑھتی جائے گی، اس سے خود آدمی سمجھ لے کہ میں صحیح راستہ پر جارہا ہوں یا غلط راستہ پر جارہا ہوں۔

صرف دیکھنے کے انسان ہیں

انسانیت اس وقت سب سے زیادہ پیاسی ہے اس سے پہلے شاید انسانیت اتنی پیاسی نہ ہو، جتنی اس وقت ہے، آج دیکھنے میں انسان نظر آرہے ہیں لیکن اگر یہ کہا جائے کہ کوئی بھیڑیا ہے کوئی چیتا ہے، کوئی سانپ ہے، کوئی بچھو ہے، جو ایک دوسرے کو ڈس رہا ہے، کوئی پھاڑ کھا رہا ہے، کوئی مار رہا ہے، یہ سب بالکل اوپر والے کو پسند نہیں، اور جو اس نے اپنے سندیشٹا بھیجیں ہیں، ان کو کسی کو بھی پسند نہیں تھی یہ چیز، تو حضرت محمد ﷺ کو کیسے پسند آتی، آپ نے تو اس کے لیے بڑی محنتیں کی ہیں، بڑا آپ نے اس کے لیے مجاہدہ کیا ہے، اور جہاد کیا ہے اس کے لیے، اور ساری دنیا کو شانتی کے راستہ پر لانے کی آپ نے کوشش کی ہے، انسانیت کا تعارف کرانے کے لیے آپ نے محنت کی ہے۔

یہ لڑائی کیسی؟

میرے بھائیو اور دوستو! ضرورت اس بات کی ہے اور یہ جلسے اسی لیے کیے جاتے ہیں، کہ ہم سب اپنے لیے اپنے دیش کے لیے اور اپنی پوری جاتی کے لیے جتنے لوگ ہیں سب ایک جاتی ہیں، مانو کی اولاد ہیں سب، سب بھائی بھائی ہیں، اسلام نے پہلے اعلان کیا، دو چیزوں کا، تو پھر لڑائی کیسی؟ کہ تمہارا پالن ہار بھی ایک، اور تمہارا مورث اعلیٰ تمہارا باپ بھی ایک ہے، تو پھر یہ لڑائی کیسی؟ بھائی بھائی میں لڑائی نہیں

ہونی چاہیے، اور ایک کے ماننے والوں میں بھی لڑائی نہیں ہونی چاہیے، یہ اعلان سب سے زور سے کیا تھا اور اس کے لیے بڑی تفصیلات آپ نے بتائیں، ان تمام تفصیلات میں جانے کی ضرورت نہیں ہے، بس بتانا یہ ہے کہ ہم سب اپنے ملک کی پرکھا کے لیے اور اپنے سماج کو بچانے کے لیے اور سب سے بڑھ کر انسانیت کو بچانے کے لیے ہم آگے آئیں، اور اس کے لیے محنت کریں۔

پڑھنے کو باسم ربک سے جوڑیں

ایک بات اور کہہ دوں کہ اس وقت علم کا دور ہے اور یہ بات حضرت محمد ﷺ پر جو سب سے پہلے وحی آئی، اس میں کہا گیا تھا پڑھو، لکھا ہے ﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ﴾ (العلق: ۱) پڑھو ہر انسان سے کہا گیا پڑھو، یہ اسی کا دور آرہا ہے، لٹریچر کا دور آرہا ہے، پڑھنے لکھنے کا دور آرہا ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ آپ نے کہا تھا اللہ کے نام کے ساتھ پڑھو، تنہا پڑھنا نہیں ہے پڑھنا بہت ہے، لیکن اللہ کا نام نہیں ہے، پڑھنا تو بہت بڑھ گیا ہے، ہمارے حضرت مولانا فرمایا کرتے تھے امریکہ میں پڑھنا بہت ہے، لیکن اللہ کا نام نہیں ہے، تو ساری دنیا کے لیے مصیبت بن گیا ان کا علم، ان کی ایجوکیشن ساری دنیا کے لیے مصیبت بنی ہوئی ہے، اور کیسے مصیبت بنی ہے؟ اس کا نمونہ یہاں کے کالجوں میں یہاں کی یونیورسٹیوں میں دیکھ لیجئے آپ نے ان کی نقل کی تو کوا چلا ہنس کی چال اپنی چال بھول گیا، آج ہماری یونیورسٹیوں میں ہو کیا رہا ہے؟ ہم لوگ معلوم نہیں کرتے، معلوم کریں وہاں کیا ہے ؟اور یہاں کیا ہے؟ کیا لینے کا ہے کیا چھوڑنے کا ہے؟ ہر چیز ہر جگہ کے لیے نہیں ہوا کرتی، یہاں گرمی ہورہی ہے، آپ نے جاڑے والا لباس کہیں دیکھا بڑا اچھا ہے، تو وہی جاڑے کا لباس گرمی میں پہن لیں گے آپ، یہ کون سی عقل مندی ہے؟ ارے یہاں گرمی ہے، گرمی والا لباس پہنیے، وہاں جاڑا ہے جاڑوں والا لباس پہنئے، تو وہاں

کیا لینا ہے کیا چھوڑنا ہے؟ یہ تو آپ کو دیکھنا پڑے گا۔

دانائی کی بات مومن کا گمشدہ مال ہے

حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ الحکمة ضالة المومن،(سنن ابن ماجة فی باب الحکمة) حکمت جو ہے دانائی کی بات، اچھی بات یہ جو ایمان والا ہے، جو اللہ کو ماننے والا ہے اس کا کھویا ہوا مال ہے جہاں مل جائے اس کو لے لینا چاہیے، ہم لیں گے، اچھی چیز ہر جگہ سے لیں گے، وہ بھی لیں گے وہاں صاحب ایجوکیشن لیا آپ نے، سائینسا ئڈلی، کوئی حرج نہیں، لیجئے اچھے انداز سے لیجئے، لیکن یہ مطلب تھوڑی ہے کہ وہاں کا کلچر بھی لے لیجئے، اس کا کئے کا نتیجہ کیا ہوا؟ کہ کلچر تو ہو گیا ان کا پنچر، اور آپ کا کلچر اس کے نتیجہ میں کہاں جا رہا ہے، شکچھا تو بہت بڑھ گئی، دکچھا نام کی کوئی چیز نہیں ہے، یہاں تک کہ اگر آپ وہاں جائیں گے کالجوں میں تو دیکھنے میں تو شروع میں اچھا لگتا ہے، لیکن اگر کچھ اندر جا کے دیکھیں تو اندر رونا آئے گا، ترس آئے گا، ہو کیا رہا ہے یہ؟ بہت سوچنے کی بات ہے، یہ غور کرنے کی بات ہے، ہم سب کو اوپر والا صحیح سمجھ دے، اور ایک ساتھ صحیح طور پر رہنے کی صحیح توفیق دے۔

ہمارا سماج اور ہماری ذمہ داریاں

دیر بہت ہو چکی ہے دیر سے آپ لوگ بیٹھ کے بات سن رہے ہیں اس وجہ سے اب کوئی لمبی بات نہیں ہونی ہے، بہت سی باتیں آپ کے سامنے آچکی ہیں، لیکن اب ایک بات آپ اپنے ذہنوں میں رکھیں، کہ آپ پر سماج کی بڑی ذمہ داریاں ہیں، کیونکہ عنوان ایسا رکھا گیا ہے، ''ہمارا سماج اور ہماری ذمہ داریاں'' تو اپنے سماج کو سمجھنا اور اس کی ذمہ داریوں کو نبھانا یہ ہمارا کرتب ہے، اور اس پر ہم کو بیٹھ کر سوچنا چاہیے، اور جتنا ہم اس سلسلہ میں کوشش کر سکتے ہیں کرنا چاہیے، ہمارا یہ ملک ہم سے تقاضہ کرتا ہے کہ ہم اس کے سماج کو ٹھیک کریں، جب سماج درست ہوگا تو ہمارا ملک ترقی کرے گا، اور ہمارے ملک کے اندر جو اوپر والے نے بہت سی چیزیں رکھی ہیں، وہ سامنے آئیں گی، اور پورے ملک کے اندر رہنے والے اس سے فائدہ اٹھائیں گے۔

اگر ہمت کرے انساں تو پھر کیا نہیں آساں؟

اس وقت حالات ایسے خراب ہیں، اور سماج اتنا بگڑ چکا ہے، گھر اتنے ٹوٹ چکے ہیں، اور تعلقات اتنے بکھر چکے ہیں، کہ ان کو دوبارہ سمیٹنا اور بنانا مشکل کام ہے ،لیکن مشکل کام بھی اگر سب طے کرلیں، تو اس کو کیا جا سکتا ہے، لیکن پہلے یہ طے کرنا ہوگا کہ ہم کو کرنا ہے ایسا نہ ہو کہ ایک بادشاہ نے لوگوں سے کہا تھا کہ تالاب ہم نے بنایا

ہے،اس میں دودھ ڈالنا ہے،سارے لوگوں کوکسی کو دوکلو دودھ کسی کوایک کلو،سب نے سوچا کہ اگر ہم پانی ڈال دیتے سب دودھ تو ڈالیں گے ہی تو اس میں کوئی فرق پڑنے والا نہیں ہے،لیکن جب صبح ہوئی اور تالاب کو دیکھا تو معلوم ہوا پانی ہی رہا،سب نے یہی سوچا کہ دوسرا ڈال دے گا،اگر ہم پانی ڈال دیتے ہیں تو کیا ہوگا،تو ایسا نہیں ہونا چاہیے،ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ ہم اس پیغام کو لے کر آگے بڑھیں،اور اس سلسلہ میں جو لٹریچر تیار کیا گیا ہے،وہ لٹریچر ہم سب لے کر جائیں،اور خود بھی پڑھیں اور دوسروں کو بھی پڑھوائیں،تا کہ ہمارے ذہن ودماغ صاف ہوں،اس وقت جیسا کہ ہمارے سوامی جی نے بات کہی کہ دماغ میں دوسری چیز بھر گئی ہیں،اس کو دور کرنا چاہیے،اور وہ ذمہ داری ہماری ہے۔

ضرورت سوچ بدلنے کی ہے

ہمارے بزرگوں نے اپنے زمانہ میں ایسا کیا ہے ایک بزرگ کا واقعہ ہے کہ وہ ناؤ پر بیٹھے ہوئے چلے جا رہے تھے کچھ لوگ ان کو ستا رہے تھے پریشان کر رہے تھے اور وہ جب بیٹھے ہوئے تھے بیچارے اتنے میں اوپر سے ان کے پاس ایک فرشتہ آیا اور اس نے کہا کہ اگر آپ کہیں تو ان سب کو دریا میں پھینک دیا جائے،سب ڈوب کر مر جائیں گے اس میں،انہوں نے کہا کہ جب اتنی شکتی ہے کہ ان کو اس میں ڈال دیا جائے گا تو میں اوپر والے سے یہ مانگتا ہوں کہ ان کا دماغ ہی بدل دیا جائے،اور ان کو معلوم ہو جائے کہ میں کیا ہوں تا کہ یہ ہمارا آدرش کرنے والے بن جائیں تو پھر کام بن جائے گا تو یہ ان کی سوچ تھی،آج ہم کو اپنی سوچ بدلنے کی ضرورت ہے،کہ ہم سب اس کوشش میں لگ جائیں ،کہ ہمارے دیش کے بسنے اور رہنے والوں کی سوچ بدل جائے،انسانیت والی سوچ ہو جائے،سماج کو سدھارنے کی ملک کو آگے بڑھانے والی سوچ ہو جائے،اور ملک کو ترقی دینے والی سوچ ہو جائے،اور جو غلط راستہ پر لوگ

جارہے ہیں،ان کو صحیح راستہ پر لگانے کے لیے ہماری سوچ پیدا ہو جائے، کہ ان کو کیسے صحیح راستہ پر لگایا جائے؟ محبت کے ساتھ، پریم کے ساتھ، یہ نہیں کہ ان کو ہم نے ٹوکنا بھی اس طرح شروع کیا اور سمجھانا بھی اس طرح شروع کیا کہ اگر نہ سمجھاتے تو اچھا تھا۔

بات کتنی ہی بے سلیقہ ہو کلیم
بات کہنے کا سلیقہ چاہیے

زبان کا خاص خیال رہے

جب بات کہے تو اچھے انداز سے کہے، تاکہ ان کے سمجھ میں آجائے، اچھی زبان میں کہے تاکہ اس زبان کو سمجھنے والے لوگ بن جائیں، کیونکہ language کا مسئلہ بڑا اہم ہوتا ہے، ہمارے کئی بزرگوں نے ایک مرتبہ ایک قصہ سنایا اور ہوتا رہتا ہے کہ بعض دفعہ جو تیز قسم کے لوگ ہوتے ہیں وہ الٹا مطلب بتا دیتے ہیں، ایک صاحب جیسے آئے وہ انگریزی بھی نہیں جانتے تھے کسی نے ان سے کہا thank you تو ان کے بغل میں ایک صاحب بیٹھے ہوئے تھے وہ کہنے لگے فلاں صاحب یہ آپ کو گالی دے رہا ہے، اب وہ انگریزی جانتے نہیں تھے، اس نے تو thank You کہا، لیکن پٹی پڑھانے والے نے کہہ دیا کہ مجھے گالی دے رہا ہے، حالانکہ وہ شکریہ ادا کر رہا ہے، اس لیے بہت سے مسئلے ایسے ہیں، language نہ آنے کی وجہ سے لوگ پتہ نہیں کن کن خیالات میں مبتلا ہو جاتے ہیں، جس کے بارے میں ابھی آپ نے سنا اللہ اکبر کے معنیٰ نہیں جانتے، تو نہیں سمجھتے کہ کیا کہا جا رہا ہے، کچھ کا کچھ لیتے ہیں، اور ویسے ہی ایسے بہت سے لوگ ہیں، جو ہمارے بھائی پڑھتے ہیں ہم لوگ نہیں سمجھتے کہ کیا کہا جا رہا ہے، ابھی ہمارے چشتی صاحب تقریر کر رہے تھے پتہ نہیں کیا کیا کہہ گئے، اور میں کچھ نہیں سمجھ پایا، کیا کہہ رہے ہیں، اچھا کہہ رہے ہیں برا کہہ رہے ہیں، کچھ پتہ نہیں چل رہا تھا، ان کے علاقہ میں آیا ہوں مجھے کیا سنا رہے ہیں انہوں نے کہا تو میں نے ان سے عرض کیا ؂

زبان یار می ترکی وتر کی می نمی دانم

میرے یار کی زبان ترکی ہے اور میں ترکی جانتا نہیں، تو ایسے ہی میرے بھائیو! ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اس پیغام کو لے کر آگے بڑھیں، اور ہر گھر میں پہنچائیں، اور ہر فرد تک پہنچائیں، اور ہر جات میں پہونچائیں، تو انشاء اللہ اس کا ایک فائدہ یہ ہوگا کہ لوگ قریب آئیں گے اور قریب آنے ہی سے بہت سے مسئلے حل ہو جاتے ہیں، دور سے آدمی بیٹھا کچھ سمجھتا ہے تو ظاہر ہے کہ دور سے بیٹھ کر کچھ سمجھے گا تو پتہ نہیں کیا سمجھ بیٹھے، ہمارے ساتھ تو اس طرح کے واقعات تو بہت پیش آئے ہیں۔

یہ سوچ کس نے پیدا کی؟

اب جب ہمارے تعلقات بھی بڑھتے جا رہے ہیں، برادران وطن سے، تو اس طرح کی چیزیں بہت سامنے آرہی ہیں حیرت ہوتی ہے ایک واقعہ سنا کے اپنی بات ختم کردوں گا، ہمارے یہاں دار العلوم میں ایک صاحب آئے ماشاء اللہ بڑے اچھے ہٹے کٹے لمبے چوڑے تھے اور انگریزی بھی اچھی بولتے تھے لوگ میرے پاس لے آئے، میں ان کو ایک اوپر والے ہال میں لے گیا، وہاں جا کے میں نے ان کو بٹھایا چائے منگائی، میرے ذہن میں کچھ بات ہی نہیں تھی، میں ان کو بٹھا رہا تھا اور چپراسی سے میں نے کان میں کہا کہ ذرا چائے لے آنا، تو وہ گیا بے چارہ چائے لے کر آیا، میں نے کہا ذرا سا ادھر کھسک جائیے، تو وہ کھسکے ایسے کہ معلوم ہو رہا تھا کہ گر پڑیں گے، میرے ذہن میں بالکل گذر گئی کہ ان پر کچھ اثر پڑ رہا ہے، اس کے بعد وہ آنے لگے بار بار ندوہ میں، کہنے لگے کوئی آدمی بتا دیجئے میں عربی بھی سیکھنا چاہتا ہوں، تو میں نے ایک آدمی لگا دیا، عربی سیکھتے رہے، تو کہنے لگے مولانا آج آپ کو ایک واقعہ سناتا ہوں اور ایک بات بتاتا ہوں جو اب تک نہیں بتائی پھر کہنے لگے جب میں ندوہ میں آیا تو مجھے اتنا ڈر لگ رہا تھا، اس لیے کہ میں نے سن رکھا تھا کہ اگر ایسی وادیوں میں کوئی چلا گیا تو واپس نہیں آتا ہے وہاں سے، وہ باہر ہی سے گھبرا کر چلا جاتا تھا، لیکن میں پڑھا

لکھا ہوں میں نے اسلام کے بارے میں پڑھ تو لیا تھا، لیکن تعلق نہیں تھا، ہمت کر کے میں اندر آ گیا، آپ مجھے اوپر جب لے گئے، تو میں نے سوچا کہ میں جو سمجھتا تھا آج ہو گیا کام، اور آپ نے جب چپراسی کو بلا کر کان میں کہا تو میں نے کہا آج یہیں گٹر کھول کر ہم کو کاٹ کے ڈال دیا جائے گا۔

تو ظاہر ہے کہ جب یہ ذہن پیدا ہو جائے، تو کیسے آدمی قریب آئے گا؟ اگر آدمی قریب آئے اور پورا اگر دیکھے کہ ہماری سوچ کیا ہے؟ ہماری فکر کیا ہے؟ آپ کی سلسلہ میں ہماری محبتیں کیا ہیں؟ آپ سے ہمارا تعلق کیا ہے؟ تو پھر اندازہ ہوگا کہ کیا صحیح ہے، اور کیا غلط ہے؟ تو اس وقت حالات ایسے ہو گئے ہیں، کہ سمجھ میں نہیں آتا، کہ یہ سوچ کس نے پیدا کی۔

اگر ذمہ داری کو سمجھ لیں......

جب ایسے ایسے واقعات سامنے آتے ہیں تو حیرت ہو جاتی ہے کہ آخر یہ ہے کیا؟ تو ہماری یہ ذمہ داری ہے کہ ہم سماج کو ٹھیک کریں اور جو بھی پیدا ہو گیا ہے اور جو دل و دماغ کے اندر اس طرح کی باتیں پیدا ہو گئی ہیں، ان کو دور کیا جائے، اور ان لوگوں کو قریب کیا جائے، ان کو میٹنگوں میں بلایا جائے، ان کو جلسوں میں بلایا جائے، ان کی سنی جائے، اور ان کو کچھ کہا نہ جائے، دونوں جب مل کے ایک دوسرے کی باتیں سنیں گے تو یہ ساری چیزیں دور ہو جائیں گی اور جب سب مل کر اس دیش کو آگے بڑھانے کی کوشش کریں گے تو اس دیش کی ترقی کا عالم اتنا زیادہ ہوگا کہ دنیا کا کوئی ملک اس کے سامنے ٹک نہیں سکے گا، بس اسی کام کے لیے ہم سب تیار ہو جائیں، تو اس کے فائدے سب سامنے آ جائیں گے، اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت کرے، اور صحیح مارگ دکھائے۔

عقل کے صحیح استعمال کی ضرورت

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت ہی رحم والا ہے

ہمارے سامعین کرام!

جب آدمی بہت دیر تک بیٹھتا ہے، تو تھک بھی جاتا ہے، اور اگر انسان نہ تھکے تو انسان نہیں ہے، انسان کو تھکنا چاہیے، اور جب تھک جاتا ہے تو rest لیتا ہے، ایسے ہی انسانیت بھی بسا اوقات تھک جاتی ہے، تو اس وقت انسانیت ہر جگہ تھکی ہوئی ہے، بہت سے کاموں میں ایسا لگا دیا گیا دیر سے بٹھایا گیا کہ وہ تھک گئی ہے، ہم لوگ اٹھانے آئے ہیں rest بھی لے لیا ہے، اب آگے بڑھیں کام کے لیے نکلیں، تو چند باتیں بہت اختصار کے ساتھ کیونکہ کام tothepoint بتایا جاتا ہے، اور کیا جاتا ہے، باتیں زیادہ کرنے والے کام نہیں کرتے، جو گرجتا ہے وہ برستا نہیں، ہمارے کرنل صاحب جو ابھی تقریر کر رہے تھے ان کے لہجہ سے معلوم ہو رہا تھا کہ کرنا ہے معلوم ہو رہا تھا، یہیں کریں گے، ان کی تقریر خود بتا رہی تھی، کہ وہ کرنے والے آدمی ہیں، تو ایسے ہی اب اس وقت کہنے کا موقع نہیں ہے ،کرنے کا ہے، اب کرنے کے کیا کام ہیں، وہ ذرا سا آپ غور سے سن لیں۔

شہرہ عقل کا باتیں بے عقلی کی

نمبر ایک یہ ہے کہ یہ دور جو ہے عجیب وغریب ہے، بہت عجیب وغریب دور ہے، یعنی

عقل کا بڑا چرچہ ہے اور بے عقلی کی باتیں بہت زیادہ ہیں، لوگ اس وقت کہتے ہیں کہ ہر شخص عقل مند ہے بچے بھی ایسی ایسی باتیں کرتے ہیں اور ایسے سوالات کرتے ہیں کہ ابا پریشان کہ کہاں سے یہ سب پوچھ رہا ہے؟ لیکن بڑے اتنی بے عقلی کر رہے ہیں، کہ معلوم ہوتا ہے جو عقل بچپن میں ملی تھی وہ بھی کھو چکے ہیں، تو اس لیے بہت عجیب وغریب دور ہے کہ ایک طرف پڑھے لکھے بہت زیادہ ہیں لیکن پڑھے لکھے ہوکر جہالت میں مبتلا ہیں، جن کو میں کہا کرتا ہوں کہ عقل مندی میں حماقت اور پڑھے لکھے ہوکر جاہل، جہالت ان دو کو سنبھالنا ہے، اور یہ بڑا نازک کام ہے، کہ اگر آپ کسی عقل مند کو کہیں کہ تم پاگل ہو احمق ہو تو تھوڑی دیر آپ کا منہ دیکھے گا کہ آپ ہیں یا میں؟ لیکن اس کو پر ماڑ دینا پڑتا ہے، آپ کو سمجھایا جائے گا تو آپ کی سمجھ میں آئے گا، کہ عقل مند ہوکر پاگل پنے کی باتیں، ہندوستان میں ایک راجہ ہے ایک بادشاہ ہوا ہے، تو تاریخ نویسوں نے اس کے بارے میں لکھا ہے العاقل المجنون، ہمارے حضرت مولانا کے والد بہت بڑے مؤرخ تھے، ان کی کتاب ہے ۸ روبلیوم میں ہے، پورے ہندوستان کے جتنے بڑے بڑے لوگ پیدا ہوئے ہیں، سب کی انہوں نے ہسٹری لکھ ڈالی ہے، تو اس میں انہوں نے اس کے بارے میں لکھا ہے العاقل المجنون، بڑا عقل مند بڑا پاگل، یعنی جب اس کی بہت سی باتیں جو اس نے کی ہیں اگر دیکھتے ہیں تو بڑا عقل مند معلوم ہوتا ہے کہ آدمی ہے جانتا ہی نہیں کچھ، تو آج کل ایسے بہت لوگ ہیں، کہ اگر ان کی بہت سی باتیں آپ سنیں، ان کو دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے بالکل بے وقوف ہیں، ہمارے حضرت مولانا فرمایا کرتے تھے ایک موقع سے فرمایا کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں جب اپنی لائف کی بات کریں گے تو ایسا معلوم ہوتا ہے، بہت شاندار گاڑی سڑک پر چل رہی ہے، لیکن جب دوسری لائن کی باتیں کرتے ہیں، تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک دم چاروں پہیئے بھسٹ ہو گئے، تو یہ جو کیفیت ہے یہ صحیح نہیں ہے۔

عقل بند کر کے نہ رکھیں

عقل کا صحیح استعمال یہ بہت ضروری ہے عقل کو بند کر کے نہ رکھیں، اور غلط استعمال نہ کریں، دونوں باتیں یاد رکھئے گا عقل کو بند کر کے نہ رکھیں آج کل ایسا ماحول بنایا جاتا ہے کہ آپ عقل کا استعمال نہ کر سکیں، یہ پورا ایک جس کو ہماری برین واشنگ کہتے ہیں وہ ساری دنیا میں ہو رہی ہے، کہ ایسی عقل کو بنادو، کہ سوچنے کی صلاحیت ہی نہ رہ جائے، اس میں بہت ہوشیار رہنا چاہیے، کہ آپ اپنی عقل کو استعمال کریں ہر شخص کو خدا نے بدھی دی ہے، عقل دی ہے، اور اس کے استعمال کا حکم دیا ہے، اس کی مثال یہ ہے ہاتھ ہے ہمارا یہ ہم ہاتھ کا استعمال کریں لیکن استعمال کے دو طریقے ہیں ایک تو یہ ہے کہ کسی کو جھاپڑ ماردیں، یہ بھی استعمال ہے ہاتھ کا، اور ایک یہ ہے کہ آپ کسی اپاہج کے منھ میں نوالہ رکھ دیں، یہ بھی ہے کوئی گر رہا ہے گڈھے میں ہاتھ پکڑلیں، اپنے ہاتھ سے، تو بچ جائے گا، تو یہ استعمال ہے مگر صحیح استعمال ہے اور غلط استعمال دونوں ہوتے ہیں، تو عقل کا بھی ایسا ہی معاملہ ہے کہ عقل کو ایک تو استعمال کریں کسی کے کہنے سننے میں نہ آئیں۔

عقل بیچ میں رہے

آج ہماری تاریخ کے سلسلہ میں بہت سی باتیں سامنے آگئیں، اس پر میں بہت کہا کرتا ہوں، کہ ہمارے یہاں تاریخ جو لکھی گئی ہے وہ جیسی ہے اب آپ کے سامنے آچکی ہے، لیکن حال یہاں یہ ہے کہ کہا جاتا ہے کوا کان لے گیا کوے کے پیچھے دوڑتے ہیں یہ نہیں دیکھتے کہ کان لگے ہوئے ہیں، تو ایسی عجیب وغریب صورت حال ہے، تو اس کو ذرا اگر بتادیا جائے تو آدمی سوچنے لگتا ہے، تو نمبر ایک عقل کا استعمال کریں، بدھی کا استعمال کریں، جو کہا گیا اس کو سوچیں اور دوسرے کو صحیح سوچیں غلط استعمال نہ کریں، عقل جو ہے عقل مکار بھی ہے اور عقل کے ساتھ پاگل پنا بھی ہے، دونوں باتیں ہیں لیکن وہ بھی غلط ہے یہ بھی غلط ہے، عقل وہ صحیح ہے جس کو عقل

مندی دانش مندی کہتے ہیں، وہ عقل ہے، تو عقل بیچ میں ہوتی ہے آگے نکل جائے، تو مکاری، پیچھے رہ جائے تو حماقت اور بیچ میں رہے تو عقل مندی، جس کو سمجھنا چاہیے، بعض دفعہ عقل آگے بڑھ جاتی ہے، لوگ کہتے ہیں، بڑا چالاک ہے، بڑا مکار ہے، ہوتا بڑا عقل مند ہے، لیکن عقل اس کی غلط کاموں میں چلتی ہے، جس کو شیطان ابھی ہمارے سوامی جی نے شیطان کا بہت لفظ استعمال کیا، تو ایسے لوگ شیطان ہوتے ہیں، عقل بڑی تیز ہوتی ہے لیکن غلط کاموں میں استعمال کرتے ہیں، ہم کو صحیح کاموں میں عقل کا استعمال کرنا ہے، تو جب ہم صحیح کاموں میں عقل کا استعمال کریں گے تو کام بنے گا۔

تعلیم صحیح ہو

نمبر دو: مسئلہ یہ ہے کہ آج جیسے بہت سے کئی آدمی ہمارے بیٹھے ہوئے ہیں، انہوں نے کہا تعلیم بہت ضروری ہے اس میں تو کوئی انکار ہی نہیں کر سکتا، تعلیم جو ہے پرکاش ہے، یہ روشنی جل رہی ہے، روشنی ہے نور ہے، اگر کوئی اس کا انکار کرے، تو ظاہر ہے کہ یہ بھی بے عقلی کی بات ہے، لیکن وہی جو میں نے کہا کہ آج کل اس روشنی کو بھی اوپر وہ چڑھا دیتے ہیں، تا کہ روشنی باہر نہ آنے پائے، ہوتی روشنی بہت زیادہ ہے، لیکن کوَر چڑھا دیا جاتا ہے، جس کی مثال یہ ہے کہ آج پڑھے لکھے تو بہت ہیں، لیکن ان پڑھے لکھوں نے جو غلط کام کر رکھے ہیں جاہل بھی پناہ مانگ رہا ہے، جاہل بھی آج پناہ مانگ رہا ہے، ڈاکٹر ہمارے ہیں میں مثال بہت دیا کرتا ہوں ڈاکٹر جو ہے انسانیت کی خدمت کے لیے سب سے اچھا طریقہ ہے اگر ڈاکٹر خدمت کرنا چاہے تو سب سے زیادہ کر سکتا ہے، لیکن آج کل کے ڈاکٹر گردہ نکال کے بیچ لیتے ہیں، اب بتائیے کہ یہ ڈاکٹر ہیں یا ڈاکو؟ پڑھے لکھے آدمی ہیں اور پڑھا لکھا جب غلط کام کرتا ہے، تو شیطان کے بھی کان کاٹتا ہے، شیطان بھی پناہ مانگتا ہے، کہ مجھے بھی اتنی دور کی نہیں سوجھی تھی، جتنی تجھے سوجھ گئی، تو بات یہ ہے کہ صرف پڑھ لینا کافی نہیں

ہے، اس سے تو ہمارے بہت سے جاہل اچھے تھے، ارے پڑھتا کیوں ہے آدمی؟ میں کہتا ہوں دولت کس لیے ہے، دولت اس لیے ہے کہ بینک میں رہے؟ اور آپ زمین کے اندر چلے جائیں، یا چتا پر چلے جائیں، دولت اس لیے اچھی ہے کہ آدمی راحت اور سکون پائے، لیکن آج دولت ہے راحت چھن گئی، اور علم اس لیے تھا کہ راہ پائے، اور لوگوں کی خدمت کرے، تو راہ ہاتھ سے نکل گئی، اور خدمت تو بہت دور چلی گئی۔

نوٹ پر نہیں دل کی لکیروں پر نظر ہو

آج لوگوں کی جیب پر نظر ہے، کہ بس لوٹ لیں، اس لیے ہر شخص پریشان ہے، ڈاکٹر کے پاس بھی جب کوئی آتا ہے غریب، تو پہلے دیکھتا ہے اس کی جیب میں کچھ ہے کہ نہیں، اگر غریب ہے تو علاج ہی نہیں ہو سکتا۔

ہمارے حضرت مولانا فرمایا کرتے تھے کہ آج رشوت کا بازار اتنا گرم ہے، کہ جب وہاں کوئی آتا ہے دفتر میں اور وہاں اپنا کام کرانا چاہتا ہے، تو اگر چالاک آدمی ہے سمجھدار آدمی ہے تو نوٹ اپنی جیب میں رکھتا ہے کہ سامنے والا آدمی دیکھ لے کہ یہ مشکل کشا موجود ہے ابھی، اور وہ اس کا چہرہ نہیں دیکھے گا کہ بے چارہ کتنا پریشان حال ہے، اپنی ماں کا اکلوتا لڑکا ہے، گھر میں اس کے پاس پیسے نہیں ہیں، یہ کوئی نہیں دیکھے گا کہ اس کے چہرہ کی لکیریں کیا ہیں؟ یہ دیکھیں گے جیب میں کیا ہے، تو اس کا کام کھٹا کھٹ ہو گا، اور نکال کے دیتا چلا جائے گا۔

ہمارے ایک اور عزیز بڑا دلچسپ آدمی تھے وہ بڑا نقشہ بھی کھینچا کرتے تھے کہتے تھے اس زمانہ میں سامان لانا بڑا مشکل ہوا کرتا تھا ریل سے، اور اگر زیادہ سامان ہو جاتا تھا تو پکڑتے تھے ٹی ٹی حضرات، تو کہتے تھے کوئی مسئلہ نہیں جو لوگ عقل مند ہیں وہ ٹکٹ رکھتے ہیں، اور ٹکٹ کے پیچھے نوٹ ایسا رکھتے ہیں کہ دکھائی نہ دے، تو جیسے ہی وہ روکتا ہے اتنا سامان لے کر جا رہے ہو؟ تو اوپر سے ٹکٹ اور گھما کے ایک دفعہ دکھا دیتے

ہیں نیچے کو نوٹ، بس ہاں ہاں، ٹھیک ہے، نہیں نہیں بالکل ٹھیک ہے، لے جایئے اندر۔

آج جہالت پڑھ لکھ گئی

تو بات یہ ہے کہ آج پڑھنا لکھنا تو بہت ہو گیا ہے، اتنے کالج ہیں کہ دنیا کی تاریخ میں حضرت آدم سے لے کر اس وقت تک اتنے کالج نہیں ہوئے ہوں گے، لیکن انسانیت کے خلاف اتنا کام ہو رہا ہے اور اتنی بڑی جہالت ہے اس وقت کہ شاید حضرت آدم سے لے کر اس وقت تک اتنی بڑی جہالت بھی نہ ہوئی ہوگی، لیکن اب جہالت ہے پڑھی لکھی، پہلے جہالت جہالت تھی، عام جہالت تھی، اب جاہل پڑھا لکھا ہے، بہت up to date ہیں، بہت عمدہ لباس پہن کر آتا ہے، لوگ اس کو پتہ نہیں کیا کیا سمجھتے ہیں، اور اندر سے ڈاکو ہوتا ہے اندر سے چھپا ہوتا ہے، اندر سے سانپ ہوتا ہے، اور نہ جانے کن کن بری نیتوں کے ساتھ وہ آتا ہے، اور کیسی کیسی نگاہیں اس کی غلط ہوتی ہیں، اور پڑتی ہیں۔

تعلیم کو مفید بنائیں

دوسری بات یہ ہے کہ صرف پڑھنا کافی نہیں ہے، آج ہمارے ان کالجوں کو سبق سکھانا چاہیے، کہ تم کیا پڑھا رہے ہو؟ اور اگر بے ادبی معاف ہو میں آگے بڑھ کر بھی کہہ سکتا ہوں کہ کالجوں میں جتنی خرابیاں ہیں شاید محلوں میں بھی اتنی نہ ہوں گی، تو اس لیے ذرا سوچ لینا چاہیے، کہ جو ہم تعلیم دے رہے ہیں اس تعلیم کے پھل ہم کو کیسے مل رہے ہیں؟ اس پھل سے ایسا تو نہیں ہے، کہ ہم سب کو شوگر ہوتی چلی جارہی ہے، سب بلڈ پریشر میں مبتلا ہوتے چلے جارہے ہیں، دیکھنے میں پھل ہے، لیکن اس کے کھاتے ہی معلوم ہوا بلڈ پریشر اور معلوم ہوا شوگر، اس میں سب مبتلا ہوتے چلے جارہے ہیں، اس کو بھی درست کرنے کی ضرورت ہے۔

نظر اٹھا کر دیکھیں

اس کے ساتھ ساتھ اپنے معاشرہ کو بھی ٹھیک کرنے کی ضرورت ہے سماج کو، ہمارا سماج ہماری ذمہ داریاں، یہ بھی دیکھ لینا چاہیے ہمارے سماج میں ہو کیا رہا ہے؟ لوگ بالکل جیسے آنکھیں بند کرلی ہیں، ہمارے سماج میں اگر میں دو ہی چار باتیں کہہ دوں، کہ اگر صرف اتنا دیکھ لیں کہ آج کتنی عورتیں جلائی جا رہی ہیں، اتنا سوچ لیں دیکھ لیں اخبار پڑھ لیجئے آپ، روز کتنی دلہنیں جلائی جا رہی ہیں، آپ جس گھر میں چلے جائیے، جہاں سے میں گذرتا ہوں ہر ڈیوڑھی پر ایک عورت پڑی ہوئی ہے، ایک بوڑھی عورت بوڑھا مرد پڑا ہوا ہے، اب جب معلوم کیا تو کسی کی اماں کسی کی نانی ہیں، کسی کی دادی ہیں، لیکن حالات اتنے خراب ہو گئے ہیں، کہ آج کل نوجوان اپنے بوڑھوں کو پوچھتے نہیں، یہ تعلیم کا نتیجہ ہے، یہ تعلیم کے فوائد ہیں، جو ہم کو مل رہے ہیں، اکبر الہ آبادی نے تو پہلے کہا تھا

ہم ایسی کل کتاب قابل ضبطی سمجھتے ہیں
جنہیں پڑھ کر کے بیٹے باپ کو خبطی سمجھتے ہیں

تو آج ہمارے نوجوان اپنے باپ کو اپنے بوڑھوں کو خطی سمجھتے ہیں، بوڑھے ہو گئے، ڈیوڑھی پر ڈال دیا، اب وہ بھی ایسے مجبور ہیں کہ ڈیوڑھی پر پڑے رہتے ہیں، کم سے کم روٹی تو کچھ مل جاتی ہے، پڑے ہوئے ہیں یہاں، تو اس کو بھی ضرورت ہے دیکھنے کی، آج ایسی عورتوں کو جلایا جاتا ہے، ایک ایک دن میں سو سو عورتیں، ہمارے اس ملک میں جلائی جا رہی ہیں، آپ اندازہ لگائیے، کہ ہو کیا رہا ہے؟

اپنے ملک کو سمجھو

آج جہاں بہت سنہرے خواب ہمارے ہیں، جن کو دیکھ دیکھ کے منہ میں

ہمارے پانی بھر آتا ہے، بلکہ ایک بہت بڑے آئی ایس افسر سے میری ملاقات ہوئی، انہوں نے تو اس طرح بات کی مجھے تو بڑا افسوس ہوا، کہ پڑھا لکھا آدمی سفید چمڑی والوں سے اتنا متاثر اور سات سمندر پار رہنے والوں سے اتنا متاثر، ارے ان کے جیسے ہم بن جائیں، تو ہمارا کام ہو جائے گا، ارے اللہ کے بندے تمہارا دیش کیا کم ہے؟ یہاں بدھی جیوی کم پیدا ہوئے ہیں؟ یہاں پر کاش کم ہے؟ جو تم وہاں دیکھ رہے ہو؟ ارے بھائی دور کے ڈھول سہانے ہیں، وہاں بہت جانا پانچ سال رہ کے آؤ گے بھول جاؤ گے پھر اپنا دیش یاد آئے گا، اور جب زیادہ دن وہاں رہو گے، تو نہ ادھر کے رہو گے نہ ادھر کے رہو گے، اس لیے جو لوگ بہت دنوں سے وہاں رہ رہے ہیں، ان کا حال بہت خراب ہے، پریشان ہیں، کہ اب کیا ہوگا انجام؟ بات یہ ہے کہ ہمارے والد صاحب نے اس کو ایک جملہ میں ادا کر دیا تھا، میرے والد صاحب اچھے رائٹر تھے انہوں نے لکھا ہے، ایک مضمون امریکہ پر، تو انہوں نے صرف ایک جملہ لکھا ہے، عربی میں ایک مضمون تھا کہ امریکہ نے اپنے ملک کو جنت بنانا چاہا لیکن جہنم بن گیا بات ختم ہو گئی، تو اب ظاہر ہے کہ دیکھنے میں تو معلوم ہوتا ہے خوشی ہے، لیکن اندر سے ہائے ہائے پریشان ہیں، بھئی کیوں پریشان ہو؟ معاملہ یہ ہے کہ دل کی خوشی اصل ہے، پیسہ زیادہ آجائے، عہدہ آجائے، اور آپ بہت بڑے پڑھے لکھے بھی ہو جائیں، لیکن آپ پڑھے لکھے ہو کر دوسروں کو نقصان پہنچائیں، یہ سب۔

ہر چیز میں لذت ہے اگر دل میں مزا ہو

بات یہ ہے کہ دل میں اگر خوشی نہیں ہے، تو کیا فائدہ، سارا مسئلہ دل کا ہے، دل اگر خوش ہے، تو سارا مسئلہ حل ہے

الفت میں برابر ہے وفا ہو کہ جفا ہو
ہر چیز میں لذت ہے اگر دل میں مزا ہو

آج سب اسی وجہ سے سکون کی تلاش میں مارے مارے پھر رہے ہیں، بلکہ بعض پیسے والے تو اتنے میں جانتا ہوں کہتے ہیں مجھ سے دس لاکھ روپئے لے لیجئے، تھوڑی دیر کے لیے سکون تو مل جائے گا اور یہ جو شراب وغیرہ پیتے ہیں کس لیے پیتے ہیں؟ یہ چاہتے ہیں کہ ایک جام مل جائے، اور جام مل جائے تو غم غلط ہو جائے، لیکن غم غلط نہیں ہوتا، غم اور بڑھ جاتا ہے، اس لیے کہ آدمی پینے کے بعد اور غلط کام کرتا ہے، اور جب ہوش آتا ہے تو اور بے ہوشی اس کو طاری ہوتی ہے اصلی، پریشان ہوتا ہے، کہ میں نے تو یہ کر ڈالا، بات یہ ہے کہ اگر اندر میخانہ تیار ہو جائے، تو آپ دوسروں کو جام دیں گے باہر سے جام لینے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی، اسی وجہ سے

جایئے کیوں اے درد میخانہ کے بیچ
کچھ عجب مستی ہے اپنے دل کے پیمانے کے بیچ

جب یہاں مستی ہے تو باہر جانے کی ضرورت کیا ہے؟ میخانے خود بند ہو جائیں گے۔

اگر دل میں پرکاش آجائے......

لیکن مسئلہ یہ ہے کہ سب پریشان ہیں، انہیں پریشانیوں کو لے کر یہ کام کیا جا رہا ہے، تو اگر آپ اور ہم ایک ساتھ بیٹھنے لگیں، ایک دوسرے کی سننے لگیں، اور سن کر اچھی باتوں پر عمل کرنے لگیں، ہمارا سماج سدھرنے لگے گا، اور دل میں کچھ پرکاش آجائے گا، اور یہیں کا پرکاش اصل پرکاش ہے، اور یہیں کا نور اصل نور ہے، اور یہاں محبت آجائے گی، یہاں الفت آجائے گی، دوسروں کو دیکھ کر ہم خوش ہوں گے کینہ نکل جائے گا، حسد نکل جائے گا، نفرت نکل جائے گی، اور اگر بھٹکا ہوا ہے تو راستہ پر لانے کی اندر سے کوشش کریں گے، اور اگر ایسا نہیں ہے تو آپ سب کچھ کر ڈالئے ہونا کچھ نہیں ہے، یہ سب اپنی اپنی باتیں ہیں، اب باتیں اپنی اپنی کر کے چلے جائیں گے اور ہوگا وہی جو ہو رہا ہے اس لیے کرنا ہوگا آگے آنا ہوگا۔

اگر ہم سکون چاہتے ہیں......

جو میں نے باتیں عرض کی ہیں، اس پر ذرا غور کرنا ہے، کہ اگر ہم چاہتے ہیں کہ پھر ہمارا سماج ویسا ہی ہو جائے سکھی جیسا تھا، اور ہمارا دل ویسا ہی پر سکون ہو جائے ، جیسا کہ ہمارے ابا داد کا تھا، تو پھر آپ کو وہاں واپس آنا پڑے گا میں یہ نہیں کہتا کہ جو ترقی ہے اس کو چھوڑ دیجئے ترقی کے ساتھ آیئے میدان میں، اس کو چھوڑنے کو نہیں کہا جاتا ہے، یہ بھی ایک بے عقلی ہے، کہ ہم جیسے کوئی کہے کہ یہ ہوائی جہاز اڑ رہا ہے، یہ ہوائی جہاز ان لوگوں نے ایجاد کیا ہے، ہم تو سائیکل سے چلیں گے یہ تو بے وقوفی کی بات ہے، آپ ہوائی جہاز سے اچھا پیغام لے کر جایئے، آپ بیل گاڑی سے نہ جایئے، آپ کا یہ پیغام ہوائی جہاز سے جانا چاہیے، اب آپ کہیں گے نہیں صاحب آپ پیغام بھی تو بہت پرانا لائے ہیں، اسی لیے لڑھیا سے جائے گا یہ لڑھیا سے نہیں جائے گا، یہ پیغام جائے گا ہوائی جہاز سے، اس لیے جو بات ہمارے بھائی نے کہی کہ سوامی صاحب کو اور آگے جانا چاہیے میں بھی اس کی تائید کرتا ہوں کہ دنیا میں یہ پیغام پہنچے، اور لوگوں کو معلوم ہو کہ صحیح راستہ ہے کیا؟ اور آپ کی اس روح کو شانتی کب ملے گی؟ اور آپ کے ماحول میں اور آپ کے سماج میں شانتی کب آئے گی؟ اور ایک دوسرے کو دیکھ کر ہم کب خوش ہوں گے؟ اور ایک دوسرے کی مدد کے لیے کب آگے آئیں گے؟ یہ کر کے دیکھ لیجئے جینے کا مزا آجائے گا، ورنہ ہے تو سب کچھ اور کچھ بھی نہیں ہے، اللہ ہم سب کو ہدایت دے۔

صحیح جوڑ کی ضرورت

الحمد لله رب العالمین والصلاۃ والسلام علیٰ سید المرسلین محمد بن عبد الله الأمین، وعلیٰ آله وصحبه أجمعین، أما بعد!

ہمارے اس اسٹیج پر بیٹھے ہوئے بڑے بڑے ودھوانوں اور ہمارے سامعین کرام!

دیر اتنی ہو چکی ہے کہ دیر تک کچھ کہا نہیں جاسکتا، لیکن ابھی آپ بہت دیر سے اناؤنس کرنے والے کی زبان سے یہ سن رہے تھے، کہ دو شبد یہ کہیں گے دو شبد یہ کہیں گے، تو وہ دو دو شبد جوڑ کر اگر ایک کتاب تیار کر دوں اور آپ کو دے دوں آپ پڑھ لیجئے گا جا کر، اس لیے کہ اب وقت اتنا ہی ہے، اور دو دو شبد آپ سن چکے ہیں، اور بات اسی سے آگے بڑھتی بھی ہے، جتنے الفابٹ ہیں حروف تہجی ہیں "ا، ب" انہیں کو اگر الف سے لے لیجئے، کوئی معنی نہیں ہیں، لیکن اسی کو "ب" سے جوڑ دیجئے، تو 'اب' ہو جائے گا، اور اسی طرح آپ جوڑتے چلے جائیے، تو بات بنتی جائے گی، اور اسی جوڑنے کے لیے ہم لوگ آئے ہیں، کوئی "ا" ہے کوئی "ب" ہے، کوئی "ج" ہے، کوئی "د" ہے، کوئی a کوئی b کوئی d تو بس اسی کو جوڑ لیا جائے، صحیح طریقہ پر، جوڑنا مگر صحیح ہو۔

غلط اور صحیح جوڑنے کا فرق

اگر آپ غلط جوڑیں گے الٹا جڑ جائے گا، تو مشین نہیں چلے گی، صحیح

جوڑیں گے تو چلے گی کچھ، اور بعض دفعہ جڑ جاتی ہے ایسے ہے معلوم ہوتا ہے، چل صحیح رہی ہے، لیکن الٹی جڑ جاتی ہے، جس کی مثال میں نے بہت جگہ دی، وہاں لکھنؤ میں میری ایک چھوٹی سی دکان بھی ہے، وہاں بیٹھا ہوا تھا، تو ایک پنکھا لگا تھا ہمارے اوپر چھوٹا سا چل بڑی زور سے رہا تھا ہوا نہیں لگ رہی تھی، تو میں نے میکانک سے کہا بلا کر کہ ذرا دیکھو تو چیک کرو یہ پنکھے میں ہوا کیا، تو کھڑے ہو کر اس نے دیکھا تو جب کھڑے ہو کر دیکھا تو کہا پر الٹے لگ گئے ہیں، تو جوڑا تو لیکن الٹا جوڑ دیا، اور چل بھی دیا، جوڑنے کے بعد چلا بھی، لیکن الٹا چلا، تو اب مسئلہ یہ ہے کہ جوڑ تو ڑ تو ہر جگہ چل رہا ہے، اور ہمارا بھی یہ جوڑ ہے، ہم یہ چاہتے ہیں، جوڑ صحیح ہو، تو ہوا لگنے لگے گی، اور اگر پر الٹے لگ گئے، تو معلوم ہوا تقریر بہت اچھی باتیں بہت اچھی، اور شبد بڑے نرالے لیکن ہوا کسی کو نہیں لگی، اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم صحیح جڑیں۔ خاص طور سے میں اپنے مسلمان بھائیوں سے کہوں گا کیونکہ ایک بڑی تعداد میں ہیں یہاں، کہ آپ اپنے کو ذرا غور سے دیکھ لیجیے، کہیں آخری دور میں آپ نے اپنے پر الٹے تو نہیں جوڑ لیے، اتنی بڑی تعداد میں ہو اور ہوا نہیں لگ رہی ہے، میں یہ اپنے بھائیوں سے کہہ سکتا ہوں اس لیے کہہ رہا ہوں۔

غلط فہمیوں کو دور کریں

ہمارے سوامی صاحب نے تو اشارہ کر دیا کہ پر ٹھیک کر لیجیے، ابھی آپ نے سنا ہوگا کہ انہوں نے کہا میں جب اللہ اکبر کا نعرہ سنتا تھا، تو پریشان ہوتا تھا، کہ ہمارے مسلمان بھائی ہر وقت معلوم ہوتا ہے تال ٹھوک کر تیار رہتے ہیں۔

ہمارے حضرت مولانا سے بھی ریل میں ایک بڑے افسر نے یہ بات پوچھی کہ مولانا صاحب یہ بتائیے کہ آپ ہر نماز میں ہر اذان میں اکبر بادشاہ کا نام کیوں لیتے ہیں؟ اور اس بے چارہ کو یہ نہیں معلوم کہ اکبر جو ہے اس کے معنی الگ ہیں۔

ایسے ہی ہمارے وہاں ایک بڑے افسر ہیں شارق علوی صاحب وہ صبح ٹہلتے ہیں رٹائرڈ ہو چکے ہیں، اور ہم لوگوں سے تعلق بھی ہے، تو فجر سے پہلے ٹہلا کرتے ہیں، کہنے لگے ہمارے ساتھ بہت سے ہندو رٹائرڈ افسر بھی ٹہلتے ہیں، تو اذان روز ہوتی ہے، سنائی راستہ میں دیتی ہے، تو ایک دن ہمارے ایک افسر کہنے لگے میاں شارق تمہارے یہاں یہ سمجھ میں نہیں آیا، اتنی رات کو چلاّ تا ہے اتنی زور سے سب کی نیند خراب ہوتی ہے، لوگوں کی، ہم لوگ تو خیر ٹہل رہے ہیں، صبح کا وقت ہے، تو انہوں نے کہا میں اس کا مطلب آپ کو بتاتا ہوں، جب انہوں نے مطلب بتایا تو کہنے لگے یہ تو ہر گھر میں ہونی چاہیے۔

اگر نہیں جانا تو مسائل کا حل نہیں

مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے یہ بہت سے مسلمان بھائی جو ہیں اتفاق کی بات یہ ہے کہ یہ بھی نہیں جانتے کہ اس کا مطلب کیا ہے؟ یہ اللہ اکبر تو کہتے ہیں، لیکن ہمارے کتنے مسلمان ایسے ہیں، جو اللہ اکبر کے پورے معانی نہیں جانتے، اور بہت سے الفاظ زبان سے کہتے ہیں، لیکن وہ نہیں جانتے کہ ان کے معنی کیا ہیں؟ تو میں پہلے تو ان سے کہوں گا خود سمجھ لیں اور سمجھنے کے بعد دیکھیں کیسا پسینہ میں ہوا جب لگے گی، کیسی ٹھنڈی معلوم ہوگی، اس لیے کہ اس وقت ہر گھر میں پسینہ سب کو بہہ رہا ہے، کوئی گھر سکون میں نہیں ہے، میں اگر اس پر قسم کھا کر کہوں کہ جتنے چاہے افسر ہوں چاہے بالکل جھاڑو دینے والا ہو، اس وقت سب کے گھروں میں جھاڑو دے دی گئی ہے، اور ہر شخص پریشان ہے، دیکھنے میں تو ایسا معلوم ہوتا ہے، کہ بڑے شانت ہوں گے گھر میں جنت کا نمونہ ہوگا اور بیوی ان کی بڑی بات ماننے والی اور لڑکا ہاتھ جوڑے کھڑا رہتا ہوگا لیکن جب قریب جاکے پوچھئے تو کہتے ہیں مولانا صاحب کچھ پڑھنے کو بتادیجئے گھر کے حالات بہت خراب ہیں، اور کیونکہ ہم لوگ ذرا سا بدنام ہو ہی جاتے ہیں تو اس وجہ سے لوگ آکے پوچھتے بھی ہیں کہ کوئی بتادیجئے گھر کے حالات ایسے ہیں تو بات یہ ہے کہ ابھی ایک جگہ میں گیا تھا وہاں سے بھی تقریر کر کے آیا ہوں وہاں میں نے یہ بات

عرض کی آج کل لوگوں کو بہت شکایت ہے، کہ بڑے جو ہیں نالائق ہیں تو ہمارے مسلمان بھائی بھی آ کے کہتے ہیں کہ مولانا صاحب کچھ پڑھنے کو بتا دیجئے کیا کریں سمجھ میں نہیں آتا، لڑکا بہت نالائق ہے، تو میں جن سے ذرا بے تکلفی ہوتی ہے تو میں چپکے سے کہتا ہوں کہ آپ نالائق کے باپ ہیں، آج ہمارے نوجوان پیڑھی کو تو برا کہہ دیتے ہیں لیکن آپ نے جو برائیاں کی ہیں اس میں وہی نظر آرہی ہیں آپ نے اپنے بچہ کی تعلیم کی فکر کی؟ آپ نے اس کی تربیت کی؟ آج حال یہ ہے کہ باپ لندن میں، بیٹا امریکہ میں، اور آپ یہاں ہیں، تو بیٹا وہاں ہاسٹل میں، تو اس وقت تو حال یہ ہوگیا ہے کہ ہاسپٹل میں پیدا ہوتے ہیں ہوسٹل میں رہتے ہیں، اور ہاسپٹل میں مرجاتے ہیں، تو ہوگا کیا۔

ہم ایسی کل کتاب قابل ضبطی سمجھتے ہیں
جنہیں پڑھ کر کے بیٹے باپ کو خبطی سمجھتے ہیں

تو آج یہ حال ہوگیا ہے کہ آج بیٹے جو ہیں مزاق اڑاتے ہیں، اپنے گھر میں بوڑھوں کا، ابھی مولانا عاصم صاحب نے ایک قصہ سنایا ان کے ساتھ کہ گھر میں وہاں ماں باپ تھے اور ان کے بوڑھے باپ کھانستے تھے تو میاں بیوی نے شکایت کردی پولیس میں جا کر کہ ہمارا جینا حرام کردیا ہے اس بڈھے نے، جیل بھجوادیا ان کو، تو یہ حالت ہے، صرف ذرا سی اپنی نیند کی خاطر، آج کسی کا کوئی خیال نہیں رہ گیا۔

میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے

یہ پیام انسانیت کے جلسے اصلا اسی لیے منعقد کیے جارہے ہیں اور اسی میں ایک بات یہ ہے کہ آواز لگاؤ، صدا لگاؤ، ہمارے حضرت مولانا یہ بات کہا کرتے تھے ہمارا کام ہے صدا لگانا ہمارا کام ہے کام کرنا، اگر صدا سن لی گئی تو بہت اچھی بات ہے ورنہ کم سے کم صدا لگانے والوں میں نام آجائے گا کہ ہم نے بھی صدا لگائی تھی جب اچھے لوگوں کی فہرست بنے گی اور وہاں نام لیا جائے گا، کہ یہ اچھے لوگوں کے نام ہیں، تو

ہمارا بھی نام اس میں آجائے گا تو آج بات یہ ہے کہ حالات تو اتنے خراب ہو گئے ہیں، کہ جس سے کہو کہ کیا کچھ امید ہے؟ تو کہتے ہیں مولوی صاحب گھر بیٹھئے، ہونا کچھ نہیں ہے، تو ہم تو یہ کہتے ہیں ہم امید نہیں اسلام میں تو یہ کہا گیا ہے کہ مایوس ہونا تو اللہ سے ناامید ہونا ہے، تو اللہ سے ناامید ہونا کفر ہے ناشکری ہے، یعنی اوپر والے نے سب کچھ بنایا ہے، یہ تو ہماری نالائقی کی سزا ہے اب اگر ہم توبہ کر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ کی بات مان کر چلیں گے تو پھر وہ راضی ہو جائیں گے، باپ بھی کتنا ہی ناراض ہو جائے بیٹے سے، اگر بیٹا آکر پیر پکڑ لے تو باپ جائیداد اس کے حق میں لکھ دیتا ہے، ایسے ہی اگر ہم بھی کوشش کریں ان کو راضی کرنے کے لیے تو وہ راضی اس وقت ہوتے ہیں جب ایک انسان دوسرے انسان کی خدمت کرے، اس لیے کہ یہ انہوں نے امتحان کا گھر بنایا ہے، اور کسی کو اوپر بنایا کسی کو نیچے بنایا، اب کہا سب ایک دوسرے کو پہچانو اور پہچان کر سب کا حق ادا کرنے والے بن جاؤ، ہم راضی ہو جائیں گے، اب اگر ہم اس کام کو لے کر اٹھتے ہیں، تو اوپر والا خوش ہو جائے گا، اور جائیداد ہمارے نام لکھ دے گا، جنت میں ہم پہنچ جائیں گے، اور نام ہمارا اچھے لوگوں میں آجائے گا۔

صرف سننا کافی نہیں ہے

لیکن اگر ہم اس کے لیے تیار نہیں ہوئے تو ظاہر ہے کہ سزا بڑھتی چلی جائے گی، یہاں تک کہ ہمارا حشر اچھا نہیں ہوگا، تو اس لیے میں آپ حضرات سے یہ تھوڑی سی بات کہتا ہوں کہ جن لوگوں نے سنا ہے وہ سن کر اس کان سے دوسری کان کی طرف نکالیں نہیں، اس لیے ایک جگہ مذاق میں میں نے یہ بھی کہا کہ دیکھئے اب یہ اچھی اچھی باتیں ہو رہی ہیں جس کان سے یہ جا رہی ہوں دوسرے کان پر ہاتھ رکھ لیجئے نکلنے نہ پائیں، ورنہ ادھر سے داخل ہوئیں ادھر سے نکل گئیں، تو فائدہ کیا ہوا؟ سب سن کر جاتے ہیں ہیں تالی پیٹ لیتے ہیں، تالی پیٹنے کے بعد پھر کیا ہوگا؟ سوائے تھوڑی دیر کے مزے کے۔

انسان کا فرض منصبی

تالی اندر سے بجنی چاہیے، یعنی دل طے کر لے کہ مجھے کرنا ہے، کوئی کرے یا نہ کرے، وہ جانے، میرا کام یہ بات پہنچانا ہے، صدا لگانا ہے، کوئی دکھی ہے، تو اس کو خوش کرنے کی کوشش کرنی ہے، کوئی پریشان حال ہے تو اس کی پریشانی کو دور کرنے کے لیے آگے بڑھنا ہے، یہ نہیں دیکھنا ہے، وہ ہے کون، جب یہ دیکھنے لگیں گے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم مریض ہیں، اس لیے کہ انسان کو انسان دیکھ کر اگر محبت محسوس کرے تو انسان ہے، اب اگر انسان کو انسان دیکھے اور پھر دل میں کچھ پائے، تو جس درجہ میں اندر نفرت پائے گا اسی درجہ میں اس کو بخار ہے، میں بھی یہ کہتا ہوں کہ اپنا بخار چیک کرنا ہے تو یہ دیکھ لیا کرو سامنے آنے والا جب آرہا ہے، تو ہم خوش ہو رہے ہیں یا ناراض، اور نفرت اندر پیدا ہو رہی ہے اگر نفرت پیدا ہو رہی ہے تو جس درجہ میں نفرت ہے اسی ڈگری کا بخار ہے، اگر بکواس کرنے لگے گالی دینے لگے برا بھلا کہنے لگے تو سمجھ لیجئے کہ اب یہ ایک سو چھ (۱۰۶) ڈگری جا چکا بخار، اور ان کو اسپتال میں لے جانے کی ضرورت ہے اس پر ناراض نہیں ہونا چاہیے۔

مذہب کبھی برائی نہیں سکھاتا

ہمارے بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں میں نے اپنے کئی ساتھیوں سے یہ بات کہی اگر کوئی اسلام کو بھی مسلمانوں کو سب کو برا کہے تو آپ بولیئے گا نہیں، خاموش رہیے، اتنا کہہ سکتے ہیں، ہاں ہم کو برا کہہ دیجئے لیکن اسلام کو نہ کہیے اس لیے کہ آپ جانتے نہیں، ہم نے جو کیا غلط کیا، اب ہم کوشش کر رہے ہیں، کہ بات سامنے آجائے اور یہ ہمیشہ سے رہا ہے کہ مذہب تو کسی کو دعوت دیتا ہی نہیں اب اگر کوئی یہ کہتا ہے تو کہنے والا بھی غلط اور جو اس کو یقین کر رہا ہے تو اس کا یقین بھی غلط، یہ تو بالکل صاف کر دینا چاہیے مذہب کبھی بھی برائی کی طرف دعوت نہیں دیتا، برائی کو

نہیں پھیلاتا، مذہب تو ہمیشہ صحیح رہنمائی کرتا ہے صحیح چیز کی طرف لے جاتا ہے تو بہت خوشی کی بات ہے کہ ہمارے محترم سوامی جی نے اس کو بہت اچھے انداز سے پیش کر دیا ہے، اور مجھے بھی اب ضرورت نہیں ہے کہ بہت زیادہ آپ کے سامنے پیش کروں، بس یہی ایک چھوٹی سی کتاب دوشبد کی میں نے تیار کر دی ہے بس یہ آپ کی خدمت پیش کر رہا ہوں، اس کو لیتے جایئے، پھر دوبارہ اور پھر سہ بارہ بار بار پڑھتے رہیے تاکہ یاد رہے، اللہ ہم سب کو ہدایت دے۔

پیام انسانیت وقت کا تقاضہ

محترم سوامی جی اور حضرات سامعین!

لوگ کہتے ہیں کہ چیز ایک ہے، جسم الگ الگ ہیں، سوچ ایک ہے لیکن بدن الگ الگ ہیں، تو یہ بات اسی وقت پیدا ہوگی جب آپس میں ایک دوسرے سے ملیں گے، ایک دوسرے کی سنیں گے، اور اپنے سدھار کی فکر کریں گے، اپنے کو انسان بنانے کی کوشش کریں گے، ہوتا یہ ہے کہ ہم اور آپ دوسروں کو دیکھتے ہیں اپنے کو نہیں دیکھتے تو اس سے نقصان ہوجاتا ہے، پہلے اپنے کو دیکھا جائے، اس طرح کام بنتا چلا جائے گا۔

صفائی اوپر سے کریں

یہ جو زینہ ہوتا ہے، اگر اس کو آپ جھاڑنا چاہیں، صاف کرنا چاہیں تو اوپر سے صاف کرنا پڑے گا، پھر نیچے کی سیڑھیاں صاف ہوتی چلی جائیں گی، اگر آپ نیچے والی سیڑھی صاف کریں اور اوپر والی سیڑھی صاف نہ کریں، تو اوپر سے کوڑا آتا چلا جائے گا، اور نیچے سیڑھی پھر خراب ہوجائے گی، اس لیے ہم کو پہلے جو بدھی جیوی ہیں جو دانشور ہیں جو تھنکرس ہیں، جو لائرس ہیں جو پڑھے لکھے سدائے سے تعلق رکھتے ہیں، ٹیچرس ہیں، ان سب کو چاہیے کہ اپنے کو ٹھیک کریں، اگر وہ بگڑ جائیں گے تو پھر

کوئی نہیں ٹھیک ہوگا، اس لیے کہ وہ اوپر ہیں، پہلے ان کو صحیح کرنا ہے، پھر نیچے کا طبقہ خود صحیح ہو جائے گا، اور اس کے ساتھ ساتھ پہلے ہم کو اپنے کو دیکھنا ہے، پھر دوسرے کو دیکھنا ہے، اس لیے کہ ایک بات یاد رکھیں آج کل دکھائی کچھ دیتا ہے ہوتا کچھ ہے، خبریں بڑی بڑی کچھ اور ہوتی ہیں، اندر کچھ اور ہوتا ہے۔

فیصلہ خبروں کی بنیاد پر نہ کریں

آپ نے دیکھا ہوگا کہیں کوئی فساد ہو جاتا ہے، تو یہ پتہ لگانا مشکل ہوتا ہے کہ ہوا کہاں سے شروع اور کیسے ہوا؟ اس کے لیے کمیٹی بٹھائی جاتی ہے، اور خبروں کو صرف نہیں دیکھا جاتا، اندر تحقیق کی جاتی ہے، کہ حقیقت ہے کیا؟ تو آج اگر آپ اندر تہ میں جائیں گے تو آپ کو کچھ اور نظر آئے گا، اوپر ہو کچھ اور رہا ہے، دکھایا کچھ اور جارہا ہے، اندر کچھ اور ہے، خبروں میں نہ الجھئے، خبروں کو دیکھ کر آپ کچھ فیصلہ نہ کیجئے، آپ آپس میں مل کر دیکھئے کہ کیا ہو رہا ہے اندر؟ اور ہم کو کیا کرنا چاہیے؟ یہ بات جب ہمارے اندر پیدا ہو جائے گی، تو ہم اپنے سماج کو درست کر سکتے ہیں، اور مانوتا کا صحیح پیغام دے سکتے ہیں۔

صحیح انسان کی علامت

اس لیے سب سے پہلے ہمارے سوامی جی نے بھی یہ بات کہی تھی کہ سب سے پہلا کام یہ ہے کہ ہم انسان ہیں، اور اس کی علامت ہے میں بتایا کرتا ہوں کہ اگر ہم انسان ہیں تو ہمارے اندر ایک بات ہونی چاہیے وہ علامت ہونی چاہیے انسانیت کی، وہ کیا علامت ہے، جب انسان ہم کو ہمارے سامنے نظر آئے، تو ہم کو محبت ہونی چاہیے اگر انسان کوئی بھی ہو کسی سمدائے کا ہو کسی برادری کا ہو کسی فرقہ سے تعلق رکھتا ہو اگر ہمارے سامنے آئے تو ہم کو محبت اپنے اندر محسوس کرنی چاہیے، اگر یہ بات نہیں ہے، اور ہم نے دیکھ کر منھ بنایا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اور زیادہ بیمار ہو گئے اگر الٹا

سیدھا بکنے لگے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ بخار ایک سو چھ (۱۰۶) ہو گیا ہے، اب اس کو اسپتال میں داخل کر دیا جائے، یہ انسانوں کے ساتھ رہنے کے لائق نہیں رہ گیا، تو ہم کو تو یہ چیک کرنا ہے، کہ ہمارے اندر انسانیت ہے یا نہیں ہے؟ اور ہر وقت چیک کرتے رہنا ہے۔

ملک کو آگے بڑھائیں

میرے بھائیو اور دوستو! ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے کو بھی چیک کریں اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے اس ملک کو آگے بڑھانے کے لیے اس کی پرچھا کے لیے اور اس کو بام عروج تک پہنچانے کے لیے ہم سب کو مل کر بیٹھنا ہوگا اور اس کے لیے جو کچھ ہم کر سکتے ہیں، وہ سب ہم کو کرنا ہوگا، آپ ذرا آگے نہ جایئے ادھر ادھر نہ دیکھئے دائیں بائیں نہ دیکھئے، آپ جیسے کہ میں نے کہا پہلے اپنے کو دیکھیں کہ یہاں ہم کیا کر رہے ہیں، اور ہمارے اندر کیا چیزیں ہیں کیا کمیاں ہیں؟ اس کو پورا کرلیں ، اور جہاں تک انسانیت کے پیغام کا معاملہ ہے تو جیسے آپ کو ضرورت ہے ویسے ہی دوسروں ہم کو ضرورت ہے، جیسے ہمارے اس ملک کو ضرورت ہے ویسے ہی دوسرے ملکوں کو بھی ضرورت ہے، کہ ان کو پیغام انسانیت کا سنایا جائے، اور ان کو بتایا جائے کہ حقیقت کیا ہے صحیح بات کیا ہے؟ کیونکہ صحیح بات آج کل لوگوں کے سامنے آتی ہی نہیں، ابھی ہمارے ایڈوکیٹ صاحب نے جو بات فرمائی کہ اس طرح کے جلسے ہوتے رہنے چاہئیں تا کہ لوگوں کو معلوم ہو کیا صحیح ہے کیا غلط، اندر کیا ہے، باہر کیا ہے، اور ہم کو کیا کرنا ہے، کس طرح ہم مل کر بیٹھ کر ایک دوسرے کے ساتھ چل کر آگے بڑھ سکتے ہیں، اپنے ملک کو آگے بڑھا سکتے ہیں، جب ہمارے اندر یہ بات پیدا ہوگی، تب تو ہم ترقی کریں گے اور انسانیت کے سلسلہ میں ہماری کوشش کامیاب ہوں گی، اور اگر ایسا ہم نے نہیں کیا، تو آپ یہ سمجھ لیں کہ جیسا کہ سوامی جی نے چیتاونی دی ہے کہ اگر ہم نے نفرتیں اپنے اندر رکھیں اور اس پر چلتے رہے تو پھر یہ ہمارا ملک ایسا نہیں رہ جائے

گا، جیسے اس وقت ہم اطمینان سے بیٹھے ہوئے ہیں، اس کے لیے اگر آپ غور کریں پورے ملک میں دیکھیں۔

پیام انسانیت کا مقصد

ابھی یہاں ممبئی میں جلسہ ہورہا تھا وہاں پر ہم لوگ موجود تھے وہاں کے پولیس کمشنر صاحب بھی موجود تھے اور وشو ہندو پریشد کے نائب صدر پانڈیا جی بھی موجود تھے تو وہ کمشنر صاحب نے جب تقریر شروع کی تو لوگ حیرت میں پڑ گئے، کہ تین گھنٹوں میں جو گھٹناؤں کی انہوں نے پرتکیہ دی ہے، وہ عجیب وغریب تھی، اور اگر ہم غور سے اخبار پڑھیں اور اس کو جمع کریں تو اگر آپ صرف اخبار کو دیکھ کر کہ باپ کو مارنے والے کتنے ہیں، ماں کو مارنے والے کتنے ہیں، اور اس کے علاوہ جہیز کے نام پر پریشان کرنے والے کتنے ہیں تو آپ اور ہم سب حیرت میں پڑ جائیں گے یہ عجیب غریب صورت حال ہے ہمارے یہاں نہیں ہوتا تو ہم سمجھتے ہیں کہ کہیں نہیں ہو رہا ہے، ایسا نہیں ہے، جو لوگ جانتے ہیں جن کے پاس ٹیلیفون ہے، یا اس لائن سے جڑے ہوئے ہیں، اور ذرا غور کرتے ہیں، تو ان کے سامنے اس طرح کی چیزیں آتی رہتی ہیں، آج کل ماؤ وادی کیا کر رہے ہیں، اور فلاں فلاں وادی کیا کر رہے ہیں، اور کہاں کہاں دہشت کا ماحول بنتا چلا جارہا ہے، ان سب کو ختم کرنے کے لیے یہ پیام انسانیت قائم کیا گیا ہے، یہ فورم اسی لباس کو ہمارے حضرت مولانا علی میاں صاحب نے تیار کیا تھا تاکہ ہندو اور مسلم دونوں ایک جگہ جمع ہوں، ایک جگہ مل کر بیٹھیں، اور اپنے دل کے بھے کو دور کریں، اور ایک جگہ ایک صف میں کھڑے ہو جائیں، اور پورے ملک کو آگے بڑھانے کے لیے کاندھے سے کاندھا ملا کر آپ آگے آئیں۔

اصل معاملہ دل کا ہے

اور اپنے دل کو درست کریں، اگر اپنے دل کو آپ درست کریں گے، تو ہمارا

ملک ترقی کرے گا، کیونکہ معاملہ دل کا ہے، جب ہمارا دل خراب ہوجائے گا، تو ظاہر ہے کہ اس کی وجہ سے سارے معاملات خراب ہوجائیں گے

الفت میں برابر ہے وفا ہو کہ جفا ہو
ہر چیز میں لذت ہے اگر دل میں مزا ہو

اگر ہمارا دل درست ہوجائے گا، تو ہمارے سارے حالات درست ہوجائیں گے، اور ہمارے رشی منی گذرے ہیں، وہ بھید بھاؤ ہی کو ٹھیک کیا کرتے تھے۔

ضرورت سوئی کی ہے

حضرت نظام الدین اولیاء کا نام آپ نے سنا ہوگا ان کے بہت سے واقعات ہیں ایک میں بتاتا ہوں کہ ایک مرتبہ ایک صاحب ان کے پاس ہدیہ لائے -بزرگوں کے پاس رشی منیوں کے پاس لے ہی جاتے ہیں لوگ اور کچھ ان کو پیش کرتے ہیں-تو انہوں نے آ کے ان کے سامنے قینچی پیش کی، تو انہوں نے کہا اللہ کے بندے قینچی لائے ہو ٹھیک ہے تمہارے یہاں اچھی قینچی بنتی ہے، لیکن اگر سوئی لائے ہوتے تو کیا ہی اچھا ہوا ہوتا، اس وقت کاٹنے والے تو بہت ہیں، جوڑنے والے بہت کم ہیں، دیکھئے یہ ایک واقعہ نہیں ہے، بلکہ دل کو بدل رہے تھے دل میں جو بھاؤ غلط پیدا ہوگیا تھا اس کو دور کر رہے تھے دماغ کو سی رہے تھے، دماغ کی جو چٹن تھی اس کو دور کر رہے تھے، اصل بات یہ تھی ، یہ نہیں کہ انہوں نے ایک جملہ کہہ دیا دل کو صاف کردیا، دماغ کو دھودیا۔

انسان کہاں پہنچ گیا؟

یہ جلسے کس لیے کئے جاتے ہیں؟ یہ دلوں کو دھونے کے لیے کیے جارہے ہیں، دماغ کو صاف کرنے کے لیے کیے جارہے ہیں، اس لیے کہ آج انسان لالچ میں اور خودغرضی میں اتنا مبتلا ہوگیا ہے کہ سب کچھ کھودیا ہے اس نے، اس نے سوچنے اور

سمجھنے کی صلاحیت ختم کردی ہے، بس یہ دیکھتا ہے ہمارے حضرت مولانا فرمایا کرتے تھے کہ آج ہمارے آفسوں میں جب لوگ جاتے ہیں اور کام کروانا چاہتے ہیں، تو جو لوگ ذرا چالاک ہوتے ہیں، اور ہوشیار ہیں، وہ نوٹ کو ذرا سا اوپر نکال کے رکھتے ہیں، کہ سامنے والا دیکھ لے کہ یہ مشکل کشا موجود ہے اگر آپ کام کریں گے تو فورا آپ کو مل جائے گا، اور جو بے وقوف ہیں، بے چارے وہ سمجھتے نہیں، وہ اسے دباتے رہتے ہیں بعد کو نکالنا پڑتا ہے ان کو، تو آج حالت ہمارے ملک کی کیا ہو رہی ہے کہ اگر پیسہ ہے تو اس کا علاج ہوگا پیسہ ہے تو کام بنے گا پیسہ ہے تو نوکری ملے گی ارے بھائی پیسہ ہے کیا چیز، یہ کاغذ کا ایک نوٹ ہے، اگر آگ لگ جائے تو اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے، لیکن انسان انسان کو نہیں دیکھ رہا ہے، اس کے دل کو نہیں دیکھ رہا ہے، اس کے دکھ میں اس کے درد میں شریک نہیں ہونا چاہتا۔

انسانیت ایک کشتی کی سوار ہے

آج ہم سب عہد کریں، کہ آج یہاں جو جمع ہوئے ہیں، صرف ایک ساتھ بیٹھنے کے لیے جمع نہیں ہوئے ہیں، ایک دوسرے کے دکھ میں اور درد میں اور اس ملک کو آگے بڑھانے کے لیے یہاں جمع ہوئے ہیں، یہ کام ہمارا ہے اور یہ کرتب ہے ہمارا، اس لیے یہاں اکٹھا ہوئے ہیں، حضرت محمد ﷺ نے ایک مثال دی تھی یہ کہا تھا کہ اگر ایک کشتی ہے جس کی دو منزلیں ہیں، ایک اوپر ایک نیچے کا، ایک منزل اوپر کی ہے ایک نیچے کی، نیچے والے نیچے رہتے ہیں اوپر والے اپر میں رہتے ہیں، اور اپر کلاس والے ظاہر ہے کہ بڑے سکون واطمینان سے رہنا چاہتے ہیں، نیچے والے پانی بھرنے اوپر آتے ہیں، اور پانی چھلکتا ہے، جانے والوں کا دھکا بھی لگتا ہے، تو وہ کہتے ہیں بھائی کیا پریشان کررکھا ہے، نیچے والوں نے، جب دیکھو اوپر پانی لینے چلے آرہے ہیں، تو آپ پانی لینے نہ آیا کیجئے، ہم کو تکلیف ہوتی ہے، تو انہوں نے سوچا یہ تو اپر کلاس والے مانتے نہیں ہیں، اور ہر وقت ڈانٹتے رہتے ہیں، تو نیچے ہی سوراخ کرلیتے

ہیں، کشتی کے نیچے، اور پانی ہم کو خوب مل جائے گا، تو ظاہر ہے کہ اوپر والے ہاتھ پکڑلیں گے، خوشامد کریں گے، ارے صاحب مجھے بھگو دیجئے، بلکہ میرے اوپر بالٹی پوری ڈالدیجئے، لیکن خدا کے لیے چھید نہ کیجئے، اگر چھید کردیا کشتی میں نیچے تو نیچے والے بھی ڈوبیں گے، اوپر والے بھی دوبیں گے، اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ ہم ڈوبیں گے اور آپ نہیں ڈوبیں گے اور ہم نہیں ڈوبیں گے، تو اسے غلط فہمی ہے، ہم لوگ ایک ملک میں رہنے والے ہیں، ایک کشتی کے سوار ہیں، ہم کو کشتی صحیح رکھنی ہوگی، کہیں سوراخ نہ ہو، اور کہیں اس کا تختہ ایسا خراب نہ ہو، کہ بوسیدہ اور پرانا نہ ہو کہ پانی اندر آنے لگے اور پوری کشتی ڈوب جائے۔

دلوں کو ملایئے

میرے بھائیو اور دوستو! آپ یہاں اتنی بڑی سنکھیا میں جمع ہیں، اس لیے میں یہ پیغام دینا چاہتا ہوں کہ آپ جس طرح ایک ساتھ یہاں بیٹھے ہیں، اسی طرح اپنے دلوں کو ملایئے، اپنے ذہنوں کو ملایئے، ایک ساتھ مل کر کھڑے ہوجایئے، قدم سے قدم ملایئے، اپنے ذہنوں کو ملایئے، ایک ساتھ مل کر کھڑے ہوجایئے، قدم سے قدم ملایئے، کندھے سے کندھا ملایئے، اور اس ملک کو آگے لے جانے کے لیے اور انسانیت کی رکچھا کے لیے اور انسان کی انسانیت کو بچانے کے لیے آپ سب آگے آئیں، اور یہی ہمارا پیغام ہے۔

تار وہاں ہے گڑیاں یہاں

بھائیو! بس یہ چند باتیں ہیں، یہ باتیں نہیں بلکہ دل کی آواز ہے، یہ صدا ہے جو سنائی جارہی ہے، اور یہ صدا ہے جو لگائی جارہی ہے، میں آپ کے سامنے اسی لیے صاف کہتا ہوں، اور ادھر ادھر میں نے شروع میں عرض کیا تھا ادھر ادھر نہ دیکھیں، خبروں کو نہ پڑھیں، اور ادھر کی جو میڈیا کی خبریں ہیں، اس پر زیادہ دھیان نہ

دیں، اس لیے کہ میڈیا غلط خبر تو بڑی موٹی دیتی ہے، اور جب اس خبر کا کھنڈن ہو جاتا ہے، ختم ہو جاتی ہے، تو ایک مہینہ کے بعد نیچے سے ایک سطر میں دے دیتے ہیں، کہ وہ غلط تھی، تو اتنی سی خبر تھی، غلط تھی، لیکن دماغوں میں کیا سے کیا آ گیا، اور میڈیا کے جو بڑے سپر میڈیا والے ہیں، جو سات سمندر پار بیٹھے ہوئے ہیں، وہ وہاں سے بہت کچھ ہلاتے رہتے ہیں، یا آپ نے دیکھا ہوگا جب ہم لوگ بچے تھے تو ہمارے یہاں ایک صاحب بیچتے تھے گڑیوں کا کھیل، اور گڑیاں ہلتی رہتی تھیں، لیکن پتہ نہیں چلتا تھا۔ اندھیرے میں رکھتے تھے وہ، پتلا تار تھا اور اس کو دور کھڑے ہو کر ہلاتے تھے تو لڑکے خوش ہوتے تھے کہ تار ہے نہیں، اور گڑیاں ہل رہی ہیں، تو ایسے ہی معاملہ ہے کہ تار وہاں سے کھنچتا ہے، گڑیاں یہاں ہلتی ہیں، اس لیے ذرا سوچ سمجھ کر ایسا نہ ہو کہ دھوکا کھا جائیں، اور دھوکا کھا کر آپس میں لڑ جائیں، لڑیئے گا نہیں، یہ سب دھوکے باز یہاں سے دھوکا دے رہے ہیں، اور میڈیا کے ذریعہ سے بے وقوف بنا رہے ہیں، اور نہ جانے کیا سے کیا آپ کو پڑھاتے رہتے ہیں، اور آپ اور ہم پڑھتے رہتے ہیں۔

دل کی خوشی کی ضرورت

جیسا کہ کئی دفعہ میں نے کہا تاریخ کے سلسلہ میں بھی آج ہم لوگوں کا حال یہ ہو گیا ہے کہ ہم اپنی عقل کا استعمال گویا کہ کرتے نہیں صحیح طریقہ پر، کسی نے کہہ دیا، کوا کان لے گیا، کوے کے پیچھے دوڑے چلے جا رہے ہیں، ارے بھائی کان دیکھ لو تو وہ تمہارے یہاں پر لگا ہوا ہے، دیکھتے نہیں تو ایسے میں کہہ دوں گا ذرا جلدی سے نہ آیا کریں، کسی کے کہنے اور سننے میں، خبروں کے چکر میں بھی نہ آئیں، کہ کہاں سے کیا ہو رہا ہے، کہاں کیا نہیں ہو رہا ہے، ہم کو تو پہلے اپنے کو ٹھیک کرنا ہے، پھر آگے بڑھنا ہے، قافلہ کو لے کر ہر جگہ جانا ہے، اور انسانیت کا یہ پیغام سارے سنسار کو سنانا

ہے، جہاں جہاں انسان رہتا ہے، وہاں یہ پیغام لے کر جانا ہے، کہ تم بھی انسان بن جاؤ، اور انسانیت کے پیغام کو لے کر ساری دنیا میں پھیل جاؤ، کامیابی اسی کے ساتھ ہے، اور اسی میں سرکچھا بھی ہے، شانتی بھی ہے، ایکتا بھی ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ اندر کا دل بھی اس سے خوش ہوتا ہے، اور اگر اس کو آپ خوش کرنا چاہتے ہیں تو آجایئے ہمارے ساتھ۔

سماج کو سدھارنے کی فکر کریں

شروع کرتا ہوں میں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے، آدرنیے سوامی جی، اور اجودھیا سے آئے ہوئے بزرگ مہمان اور منچ پر بیٹھے ودھوانوں اور حاضرین جلسہ!

ہم لوگ یہاں پر جمع ہوئے ہیں، اپنے سماج کو بہتر بنانے کے لیے اور اس سلسلہ میں بیٹھ کر بات کرنے کے لیے کیونکہ جب آدمی ایک دوسرے سے ملتا ہے تو اس کا فائدہ دونوں کو ہوتا ہے، یہ کچھ کہے گا وہ کچھ کہے گا، اوپر والے نے ہر ایک کو کچھ نہ کچھ دیا ہے، کسی کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیے، ہمارے ایک بزرگ تھے وہ یہ بات کہتے تھے جب بھی کوئی کچھ کہے تو غور سے سنا کرو، کیونکہ جس طرح انسان سب الگ الگ ہیں، ہزاروں لاکھوں انسان ہیں، لیکن سب الگ ہیں، گویا کہ اللہ نے سب کو کچھ نہ کچھ دیا ہے وہ الگ ہے، ایسے ہی بولنے میں بھی آواز سب کی الگ ہے، ایسے ہی وچار بھی سب کے کچھ نہ کچھ الگ ہوتے ہیں، تو دوسروں سے ہم فائدہ اٹھا سکتے ہیں، تو جو لوگ اس طرح نہیں سنتے، وہ فائدہ نہیں اٹھاتے، جو ودھوان ہوتے ہیں، بدھی جیوی ہوتے ہیں، پڑھے لکھے ہوتے ہیں، وہ چھوٹے بچہ کی بات بھی غور سے سنتے ہیں، اس سے بھی فائدہ ہوتا ہے، اور جو لوگ بے وقوف ہوتے ہیں نا سمجھ ہوتے ہیں، وہ بڑوں کی بات پر بھی دھیان نہیں دھرتے دھیان نہیں لگاتے، بس اپنے خیال میں مگن رہتے

ہیں، اور اپنی ایک بات رٹتے جاتے ہیں، آپ نے دیکھا ہوگا بعض لوگ دماغ اعتبار سے چل جاتے ہیں، تو ایک بات کہے چلے جاتے ہیں، ہمارے یہاں ایک بے چارہ دماغی اعتبار سے ذرا سا چل گیا تھا، اللہ تعالیٰ اس کو صحت دے، اللہ سب کو اچھا رکھے لیکن وہ کہتا تھا ''ابا وہ آئے گی''، وہ کہتا تھا کہ ''اختری بیگم کے کھیت کی یہ گاجر ہے یا مولی ہے''، یہی کہتا رہتا تھا بے چارہ، تو اب ظاہر ہے کہ جو لوگ سنتے تھے ہنستے تھے۔

کوئی چیز بند کر کے نہیں رکھی جاتی

ہم لوگ بہت سی ایسی ہی باتیں ہیں، جن کو ذہن میں ہم نے بٹھالیا ہے ہوتا آیا ہے، اور پرانے زمانہ سے ہو رہا ہے، تو یہ کوئی چیز نہیں، ہمیشہ سوچنا چاہیے بدھی کیوں دی ہے بدھو بننے کے لیے دی ہے؟ عقلمند بننے کے لیے دی ہے؟ جو اپنی بدھی کو بدھو بنانے کے لیے رکھے تو بھائی ظاہر ہے کہ اس کی بدھی بے چاری خود ٹیڑھی ہوگئی، جو کہ بدھو ہوگیا، اصل میں انسان کو تو آگے بڑھنا چاہیے، ترقی کرنا چاہیے، دیکھئے دنیا میں کہاں سے کہاں آدمی پہنچ جاتا ہے، معمولی انسان معمولی جھوپڑے میں پیدا ہوتا ہے محل میں چلا جاتا ہے، ایسے ہی ہر چیز میں سوچنا ہو، ڈولپمینٹ ہونا چاہیے، سوچتے رہنا چاہیے، کہ آدمی کہاں جا رہا ہے، کیا کہا جا رہا ہے، کہاں جا رہا ہے، اور کیا کچھ اس کو بجھائی دیا جا رہا ہے، بہت سے جو بڑے لوگ ہوتے ہیں، وہ اشارہ بھی سمجھ لیتے ہیں، اس لیے محاورہ ہے نا ''عقل مند را اشارہ کافی است'' عقل مندوں کے لیے اشارہ کافی ہوتا ہے، اور بدھو کے لیے بہت کھل کر کہیے، تب بھی اس کے سمجھ میں نہیں آتا، اس لیے ہم سب جو یہاں لوگ آئے ہوئے ہیں، میں سمجھتا ہوں یہ عقل مند بھی ہیں، بدھی جیوی بھی ہیں، سمجھ دار بھی ہیں، تو یہ سب سوچیں گے، سوچنا چاہیے کیونکہ سوچنے والا آگے بڑھتا ہے، اور جو لوگ بہت اچھا سوچتے ہیں، نئی نئی چیزیں ایجاد کرتے ہیں، جو بڑے موجد ہیں، کسی نے جہاز ایجاد کیا، کسی نے یہ لاؤڈ اسپیکر ایجاد کیا، کسی نے کوئی چیز ایجاد کی، یہ بدھی تو لگائی جبھی تو ایجاد کی، اگر یہ نہ لگاتے تو کہاں

سے ایجاد کرتے، اوپر والے نے بدھی اسی لیے دی ہے کہ لگاؤ، اگر نہیں لگاؤ گے تو جس طرح اوپر والے ہاتھ دیا ہے اور آنکھ دی ہے، پیر دیئے ہیں، اگر آپ آنکھ کو چھ مہینہ تک بند رکھیں، تو آپ کی روشنی آنکھ کی کم ہو جائے گی، اگر ہاتھ یوں روکے رہیں، نیچے لٹکائے رہیں، اور ہاتھ کو ہلائیں نہیں، اور یا اوپر اٹھالیں بہت سے لوگ سکھا لیتے ہیں، ہاتھ اوپر اٹھا کر، ایسے کیے رہتے ہیں، تو آپ کا ہاتھ سوکھ جائے گا، اس لیے کہ آپ نے استعمال نہیں کیا، ایسے ہی عقل کو جو بند رکھتا ہے، اور اس کا صحیح استعمال نہیں کرتا، تو اس کی عقل بے کار ہو جاتی ہے، لیکن ہاں ہر چیز کا صحیح استعمال ضروری ہے، آپ جب چلتے ہیں، تو آپ دیکھتے ہوں گے ہاتھ ہلتے ہیں، یہ اوپر والے نے نظام بنادیا ہے، کہ اگر یہ ہاتھ نہ ہلتے تو اس کے اندر طاقت نہ آتی، انرجی نہ پیدا ہوتی، تو ہاتھ جو ہلتے رہتے ہیں، اور آنکھوں کو دیکھا ہوگا پلک جھپکتی رہتی ہیں، اوپر والے نے انتظام کیا ہے، ایسے ہی دماغ بھی آپ دیکھئے ذرا غور کریں تو وہ چلتا رہتا ہے کچھ نہ کچھ سوچتا رہتا ہے، تو بعض لوگ اس کو ون وے ٹریفک کی طرح لگا دیتے ہیں، وہ صحیح نہیں ہے، برابر سوچتے رہنا چاہیے، کیا صحیح ہے کیا غلط ہے۔

اندھی تقلید نہ کریں

ایک قصہ ہم کو ایک صاحب نے سنایا بہت ہنسی بھی آئی، کہ ایک گھر والے تھے وہ ان کے یہاں جب کوئی کھانا کھانے بیٹھتا تو ایک ہاتھ میں ڈنڈا لیتا تھا، اور ایک ہاتھ سے کھانا کھاتا تھا، اور ڈنڈا پٹختے جاتے تھے، اور ہاتھ سے کھانا کھاتے جاتے تھے، تو ایک ذرا بدھی جیوی قسم کا لڑکا پیدا ہو گیا ان کے گھر میں، کوئی پوچھتا نہیں تھا، کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ تو ایک ذرا پیدا ہوا، اس نے کہا یہ بتایئے ہمارے سمجھ میں نہیں آرہا ہے، کہ ہر آدمی ایک ڈنڈا لیتا ہے، اور مارتا جاتا ہے، ایک ہاتھ سے کھانا کھاتا ہے، تو کوئی بتاتا نہیں تھا، ایک دن اس نے اپنے نانا سے پوچھا بوڑھے تھے بالکل، تو انہوں نے دیکھا کوئی ہے تو نہیں، قریب میں، یہ لڑکا ذرا چل رہا ہے، اس کا دماغ بھی

چل رہا ہے، اس کو بتا دیا جائے، تو انہوں نے کہا بیٹا ادھر آؤ قریب، جب وہ قریب آئے، تو اس سے انہوں نے کہا کان میں تمہارے پردادا جو تھے وہ اندھے تھے اور وہ رہتے تھے کٹھیا میں اور سارے گھر والے چلے جاتے تھے کام پر تو کھانا اوپر لٹکا دیتے تھے اور گھر والوں نے یہ کہا تھا کہ دادا جب کھانا کھانا ہو، تو ڈنڈا پٹختے رہیے، کتے بہت ہیں ورنہ روٹی لے کر بھاگ جائیں گے، تو وہ ڈنڈا لے کر پٹختے تھے، کہ کتا نہ آئے قریب میں، جو بعد والے آئے، انہوں نے کہا اس کے اندر کچھ ہے، لاٹھی پٹخنا شروع کی، تو اب پورے گھر والے پٹخ رہے ہیں، سوچتا نہیں کوئی، آنکھیں بھی آ گئیں۔

مسلسل محنت کی ضرورت

اس کے بعد سوچ سمجھ لیجئے، کتابیں بھی آ گئیں ہیں، سب کچھ آ گیا ہے، لیکن سوچتے ہی نہیں، تو کچھ ایسے آدمی کو سوچتے رہنا چاہیے کہ کیا صحیح ہے کیا غلط ہے، یہ برابر دیکھیے اگر جیسے یوں سمجھ لیں آپ بہت آسان ہے سمجھنا، کہ اگر آپ منہ دھونا چھوڑ دیں، دانت مانجھنا چھوڑ دیں، اور بال بنانا چھوڑ دیں، کچھ دنوں میں آپ کیا ہو جائیں گے لڑکے بھاگنے لگیں گے آپ سے، ایسی حالت ہو جائے گی، آپ کیوں کرتے ہیں ایسا، آپ جب دیکھیے اپنی داڑھی بھی خوب بنواتے ہیں، جو زیادہ اپنے کو اسمارٹ بھی رکھتے ہیں، وہ روز کی روز بنواتے ہیں، اور بال بھی ٹھیک ٹھاک رکھتے ہیں، اور بہت عطر بھی چھڑکتے ہیں، اور ہر چیز اچھی ہوتی ہے، کرتے ہیں کہ نہیں کرتے، کئی کئی مرتبہ کرتے ہیں، تب جا کے ٹھیک رہتے ہیں، تو اندر کو کئی مرتبہ واش نہیں کرنا چاہیے؟ اس کو بھی ٹھیک کرتے رہیے، ورنہ وہاں بھی گرد آ جاتی ہے، وہاں بھی غبار آ جاتا ہے، ہر چیز پر کچھ نہ کچھ کائی جم جاتی ہے، غبار آ جاتا ہے، اس کو جھاڑنا پڑتا ہے، یہ اوپر والے نے نظام بنایا ہے، اگر یہ میز آپ چھوڑ دیجئے دو روز تو یہاں گرد آ جائے گی اس کو جھاڑنا پڑے گا، صاف کرنا پڑے گا، تو ایسے ہی اندر باہر سب صاف کرنا پڑتا ہے، ابھی جاپان سے ایک علاج آیا تھا لوگ پریشان رہتے ہیں نا آج کل زیادہ تر ہر اعتبار

سے،تو علاج آیا پانی اتنے گلاس پیو، وہ اندر دھلائی کرتا ہے،صبح اٹھتے ہی پانی پینا شروع کیا کئی کئی گلاس پی رہے ہیں، اس لیے کہ اندر دھلائی ہو رہی ہے،تو یہ دھلائی کے لیے پانی پیا جاتا ہے، جہاں جاتا ہے اس کو ٹھیک کرتا ہے،پانی پینا ضروری ہے،تاکہ اندر ٹھیک رہے،ایسے ہی یہ گیان جو ہے، یہ دماغ کو دھو دیتا ہے، دماغ کو صحیح کر دیتا ہے، گیان حاصل کرنا چاہیے۔

عقل کے تین کنارے ہیں

گیان عقل کی بھی دو انتہاء ہیں، ہر چیز کی دو چیز ہوتی ہیں، سڑک ہے، ایک کنارہ یہ ہے دوسرا کنارہ یہ ہے، ایسے ہی عقل کے بھی تین کنارے ہیں، ایک بیچ کی ہے، ایک ادھر کی ہے، ایک ادھر کی ہے، جب عقل ادھر زیادہ چلی جاتی ہے،تو مکاری پیدا ہو جاتی ہے، اور ذرا ادھر زیادہ چلی جاتی ہے تو بے وقوفی اور حماقت پیدا ہو جاتی ہے، اور جب بیچ میں چلتی ہے تو عقل مندی ہوتی ہے تو بعض لوگ عقل کو چلاتے ہیں، لیکن جیسے آج کل کے سیاسی لوگ ان کی ادھر چلی جاتی ہے، بس کھانا کمانا بے وقوف بنانا، اور کسی طرح اپنے ووٹ کو سیدھا کرنا، کہ ووٹ مل جائے، ان کی ادھر چلی گئی، اور بعض بالکل بدھو ہوتے ہیں، yes man بس جس نے کچھ کہہ دیا جیسا کہ ابھی ہمارے سوامی جی نے کہا کہ کوا کان لے گیا اب کوے کے پیچھے دوڑ رہے ہیں، ارے بھائی کان دیکھو فٹ ہے یوں دیکھو کان مل جائے گا، لیکن کوے کے پیچھے دوڑ رہے ہیں، تو ایسے ہی ہم سب کو مل کر جب ہم بیٹھیں گے ساتھ اگر جیسے نفرت ہے اور ہم ایک دوسرے کو پہچانتے نہیں، ایک دوسرے کو جانتے نہیں، تو کیسے قریب آئیں گے، ہم آپ کو مانیں گے آپ ہم کو مانیں گے، آپ کے دھرم کو ہم جانیں، آپ ہمارے دھرم کو جانیں، ہم آپ کے سماج کو جانیں، آپ ہمارے سماج کو جانیں، ہم کس طرح وار کر سکتے ہیں، ایک دوسرے کے قریب آسکتے ہیں، یہ چیز ہمارے اندر پیدا ہونی چاہیے۔

افسوس کا مقام ہے

میں بار بار یہ عرض کرتا ہوں آج کل کی انسانیت اتنی مردہ ہوگئی ہے، اور اتنے افسوس کی بات ہے کہ انسانوں کو بٹھا کر انسانیت کا پیغام سنایا جاتا ہے، جیسے نمک سے کہا جائے اے نمک صاحب آپ نمکین ہو جایئے، اور شکر سے اے شکر صاحبہ آپ میٹھی ہو جایئے، تو یہ عجیب سی بات ہے، لیکن آج ہر چیز عجیب وغریب ہے تو یہ بھی چیز عجیب و غریب کہ آج انسان ہے اور انسان نہیں ہے، آج انسان ہے دیکھنے میں لیکن انسان نہیں ہے، کیونکہ عقل کا استعمال غلط ہو رہا ہے، تو باہر بھی چیزیں غلط آرہی ہیں، کیونکہ اندر سے جو ہوتا ہے وہی باہر آتا ہے یہ جو حضرت دل ہیں، جن کو ہردے کہتے ہیں، یہ اندر بیٹھے ہوئے ہیں، یہ بہت عجیب وغریب چیز ہے، اگر یہ ٹھیک ہیں، تو سب ٹھیک ہیں، یہ گڑ بڑ تو سب گڑ بڑ، اور اس کے لیے پہچان کیا ہے؟ ہر ایک کی کچھ پہچان ہوتی ہے، مثلاً ہم انسان ہیں یا نہیں، اس کی میں علامت بتاتا ہوں اگر آپ انسان کو سامنے دیکھیں محبت پیدا ہو تو آپ انسان ہیں، اگر نفرت پیدا ہو تو آپ پھر دیکھ لیجئے انسان ہے یا کچھ اور، پھر نفرت کے بھی درجہ ہیں، اگر آپ نے دیکھا اچھا نہیں لگا، تو آپ کو تھوڑی سی بیماری ہے، اس لیے کہ انسان کو دیکھ کر اچھا نہ لگے یہ تو عجیب سی بات ہے کوئی بھی انسان آرہا ہے آپ کو محبت ہونی چاہیے، چاہے کوئی بھی کسی سمدائے کا ہو، کسی کا بھی ہو، اگر ایک غریب کو دیکھ کر آپ کے اندر محبت پیدا نہیں ہوتی تو آپ انسان نہیں ہیں، آپ صرف امیر کو دیکھ کر محبت اندر محسوس کرتے ہیں، تو امیر سے نہیں پیسے سے محبت ہے، اس وجہ سے محبت کر رہے ہیں، کہ اس کے پاس پیسہ ہے، یا عہدہ ہے، یا اس کے پاس ڈنڈا ہے، یا کوئی اور بات ہے، اس وجہ سے آپ کو محبت ہے، یہ انسانی محبت نہیں ہے، یہ پیسے سے محبت ہے، یہ ڈنڈے کا خوف ہے، یہ عہدہ سے محبت ہے، اس وجہ سے اس کے ساتھ ایسا کر رہے ہیں، آپ کو یہ دیکھنا پڑے گا کہ ہمارا بھائی جو آرہا ہے اس کے لیے آپ کے دل میں محبت پیدا ہو رہی ہے یا نفرت پیدا ہو رہی ہے، اگر آپ نے کسی ہندو کو

آتے ہوئے دیکھا اور آپ کے اندر نفرت پیدا ہو رہی ہے، اگر آپ میں انسانیت نہیں ہے، اگر آپ نے کسی مسلمان کو آتے ہوئے دیکھا آپ میں نفرت پیدا ہوتی ہے، تو آپ انسان نہیں کوئی بھی آئے آپ کے سامنے، آپ کو محبت ہونی چاہیے، اور پہلے پوچھنا چاہیے کہ آپ کیسے آئے، پہلے جو لوگ ہوا کرتے تھے اگر کوئی ان کے گھر آجاتا تھا پہلے کھلاتے پلاتے تھے بیٹھ جایئے، آپ، اور اس کے بعد اب بتایئے آپ کیا چاہتے ہیں؟ تو کتنا خوش ہو جاتا تھا وہ، اب تو بس معاملہ ہے کہ دیکھنا پسند نہیں کرتے، سامنے سے گذرتے ہیں، بعض دفعہ منھ ادھر سے پھیر لیتے ہیں، یہ بتانے کے لیے گویا کہ میں نے دیکھا نہیں، ارے بھائی اس سے کیا ہوگا، معاملہ یہ ہے کہ اوپر والے سے سمپرک ٹوٹ گیا ہے، ہمارے سوامی جی نے ایک بات تو واقعی پتہ کی کہی، جب اوپر سے سمپرک ٹوٹ جاتا ہے۔

اوپر سے تعلق برقرار رہے

یہ سب باتیں سامنے آنا شروع ہو جاتی ہیں، اوپر سے اگر تعلق ہو اگر ہم نہیں دیکھ رہے ہیں تو وہ دیکھ رہا ہے، حضرت عمر کے زمانہ میں ایک واقعہ پیش آیا، ایک عورت تھی حضرت عمر ایک بڑے حاکم گذرے ہیں، بڑے انصاف والے انہوں نے اعلان کیا تھا کوئی دودھ والا پانی دودھ میں نہ ملائے، تو ایک عورت تھی وہ رات کو ٹہلتے بھی تھے، ایک گھر میں پہنچے، تو ایک ماں اپنی بیٹی سے کہہ رہی تھی، کہ جلدی سے ابھی اندھیرا ہے دودھ میں پانی ملا دے، تو حضرت عمر رک گئے وہیں، کہ کیا بات ہو رہی ہے، اندر سے اس بیٹی نے کہا، کہ امیر المؤمنین کا حکم ہے کہ پانی نہ ملایا جائے، تو اس نے کہا ارے بیٹی اس وقت امیر المؤمنین کہاں؟ رات کا وقت ہے، کوئی نہیں دیکھ رہا ہے، جلدی سے ملا لے، تو اس نے کہا اگر وہ نہیں دیکھ رہے ہیں، تو خدا تو دیکھ رہا ہے، بس حضرت عمر نے وہیں اس پر نشان لگا دیا، کہ یہ لڑکی بہت ہونہار ہے، اپنے پوتے کی شادی اس سے کر دی، اور اس سے بڑی برکت ہوئی، تو ایسے لوگ ہوا کرتے تھے، کہ اصل میں اگر اوپر

سے سمپرک ہے، اور اوپر کا ڈر ہے اور ایشور کا دھیان ہے، اور پرمیشور کا خیال ہے، تو پھر یہ کام آسان ہے، اور اگر وہیں سے معاملہ نہیں ہے، تو ظاہر ہے کہ اگر انسان کمزور ہے، تو اس کو اور دبائے گا وہیں، اگر کوئی بے چارہ غریب ہے، تو اور زیادہ اس کو کچلے گا، کوئی اس کی حیثیت نہیں، تو اگر کسی کے اندر نفرت معمولی درجہ کی ہے تو تھوڑا بیمار ہے، اب اگر وہ گڑبڑ کرتا ہے، گالی بھی دینا لگتا ہے، لڑنے پر آمادہ ہو جائے، اور الٹی سیدھی باتیں شروع کر دیں، تو اب سمجھ لیجئے بخار اس کو ۱۰۶ ڈگری ہو گیا ہے، اس کو اسپتال میں داخل کیجئے، اس پر ناراض نہ ہوئیے، بعض لوگ لڑ بیٹھتے ہیں، اگر کوئی لڑے آپ سے، تو اگر اپ انسان ہیں نہ لڑیئے، کیا کرے گا آخر؟ آپ نہ لڑیئے، تو پھر اس کا نتیجہ یہ ہوگا وہ بھی تھم جائے گا، کب تک لڑے گا، بلکہ اس کا علاج کیجئے بیمار ہے، بیچارہ یہ، اسی وجہ سے آپ سے لڑ رہا ہے، جو لڑتا ہے، وہ بیمار ہو جاتا ہے، وہ گیانی نہیں ہوتا۔

روشنی ضروری ہے

گیان روشنی ہے، روشنی آپ کے سامنے جل رہی ہے، کہ نہیں جل رہی ہے؟ یہ روشنی اگر سب بند ہو جائے، آپ لوگ یہاں بیٹھے ہوئے ہیں، اور اندھیرے میں اٹھیں، کسی کا پیر پڑے گا، کسی کا سر ٹکرائے گا، اور آپ کہیں پر دیکھ کے چلو یہی ہوگا، زیادہ سے زیادہ، مطلب کوئی کھمبے سے ٹکرائے گا، کوئی گھڑے میں گر جائے گا، کیونکہ روشنی نہیں ہے، لیکن آپ گیان رکھتے ہوں پھر کچہری دوڑ رہے ہوں اس کا مطلب ہے کہ گیان رکھتے ہوئے بھی بے گیانی ہے، یہ گیان اچھا نہیں ہے، جو آپ کو کچہری تک لے جائے، جو آپ کو لڑوائے جو نفرت پیدا کرے، جو دیواریں کھڑی کرے، جو آپ کے اندر بھید بھاؤ پیدا کرے، اونچ نیچ پیدا کرے، اور اس طرح کی بیچ میں خندقیں حائل کرے، کہ ملنے نہ دیا جائے، یہ گیان نہیں کہتا، گیان یہ کہتا ہے مل جاؤ، ایک ساتھ رہو، درد میں شریک ہو، ایک دوسرے کو پہچانو، پہچان کے ساتھ معاملہ کرو، جس کو جیسی ضرورت ہے، اس کے لیے تم آگے آؤ۔

سماج کو تعلیم کے ساتھ تربیت کی ضرورت

میرے بھائیو! آج ہم لوگ اس لیے جمع ہو رہے ہیں، ہر جگہ جا رہے ہیں، تاکہ ایک دوسرے کے قریب آئیں، اور جب آدمی قریب آئے گا، تو قریب آنے سے ہی پتہ چلے گا کہ ان کا بدن گرم ہے کہ ٹھنڈا ہے؟ گرم ہے تو بخار ہے، اور اگر ٹھنڈا ہے تو پھر دیکھنا پڑے گا کیا مسئلہ ہے؟ اسی اعتبار سے معاملہ کیا جائے گا، تو میرے بھائیو اور دوستو! آج اگر ہم اپنے سماج کو سدھارنا چاہتے ہیں، اور سماج اتنا بیمار ہو گیا ہے، کہ بعض لوگ تو کہتے ہیں کہ مر چکا ہے، سماج ختم ہو چکا ہے، سماج میں اب کوئی دم نہیں رہا، کیونکہ باپ بیٹے کا نہیں رہا بیٹا باپ کا نہیں رہا، بیوی شوہر کی نہیں رہی، بھائی بھائی کا نہیں رہا، بیوی شوہر کی نہیں رہی، شوہر بیوی کا نہیں رہا، آج یہ سب ہو رہا ہے کہ نہیں ہو رہا ہے؟ بڑھتا جا رہا ہے، ابھی ایک جگہ میں گیا وہاں بہت سے بوڑھے بیٹھے ہوئے تھے تو میں نے کہا یہ ہمارے جو بوڑھے بیٹھے ہوئے ہیں، ان سے کہوں گا کہ بچوں کی آپ جو شکچھا دلوا رہے ہیں، دکچھا بھی کروایئے، تعلیم بھی ہونی چاہیے، تربیت بھی ہونی چاہیے، دونوں چیزیں ساتھ چلیں گی، تب کام ہوگا، آج تعلیم تو بہت بڑھتی جا رہی ہے، لیکن تربیت ختم ہوتی چلی جا رہی ہے، میں نے کہا سارے بوڑھے جتنے سہمے ہوئے ہیں، اس وقت جتنے بوڑھے ہیں میں کہتا ہوں صاف کہتا ہوں جتنے بوڑھے بیٹھے ہوئے ہیں، سب ڈرتے ہیں، کہ بیٹا کیا میرے ساتھ کرے گا؟ اور کیا میرے ساتھ وہوار ہونے والا ہے؟ اکبر الہ آبادی نے تو اس وقت یہ بات کہی تھی:

ہم ایسی کل کتاب قابل ضبطی سمجھتے ہیں
جنہیں پڑھ کر کے بیٹے باپ کو خبطی سمجھتے ہیں

آج باپ کو ڈانٹتے ہیں بیٹے، ارے کیا ایسا موقع کبھی آیا؟ کہ باپ کو بیٹے نے ڈانٹا ہو، لیکن معاف کریں، کہ اس میں کچھ باپ کا بھی قصور ہے۔

تربیت کا خیال شروع سے رہے

ابھی ہمارے پاس ایک دو آدمی آئے، کہ مولانا ذرا دعا کر دیجئے میرا بیٹا بڑا نالائق ہے، میں نے بہت ادب سے عرض کیا ان سے، کہ اگر وہ نالائق ہے تو آپ نالائق کے باپ ہیں، آج دوشی تو آپ ٹھہرادیتے ہیں نوجوانوں کو، کہ یہ ایسے ایسے نالائق ایسے ایسے، لیکن اپ بھی تو یہ سوچ لیجئے، کہ آپ نالائق کے باپ ہیں آپ نے ان کی تعلیم اچھی طرح سے دلوائی؟ آپ نے ان کی تربیت اچھی کی؟ جب وہ چھوٹا تھا تو آپ دلار میں اس کو کچھ کہتے ہی نہیں تھے، کہیں چلا جارہا ہے، دو دو راتیں غائب ہے، آپ کو کوئی فکر نہیں، جب مضبوط ہو گیا اور بڑا ہو گیا، طاقت اس کے ہاتھ میں آ گئی، اب آپ ڈنڈا لے کر کھڑے ہیں، کہ نکل گھر سے تو بتاتا ہوں، تو ظاہر ہے کہ آپ میں اب دم ہی نہیں ہے کچھ دن میں تو آپ بے دم ہو جائیں گے اس کے سامنے، یہ غلط طریقہ ہے، شروع ہی سے اگر اس کی تربیت کی جائے صحیح ذہن کو بنایا جائے، اور اس کے اندر پیدا کیا جائے غریبوں کی مدد کرنا ہے، پڑوسیوں کی مدد کرنا ہے، اور تمام انسانوں کا خیال رکھنا ہے، جانوروں کا خیال رکھنا ہے، کوئی بھی جانور ہو۔

جانوروں کا بھی خیال رکھا گیا ہے

حدیث میں آتا ہے، رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ ایک عورت تھی جس نے بلی باندھ رکھی تھی، نہ اس کو چھوڑتی تھی کہ بہت کھالے جا کر، اور نہ کھانا دیتی تھی تو اوپر والے نے کہا اس کو جہنم میں نرگ میں لے جاؤ، نالائق عورت اور اس کے برخلاف ایک بری عورت نے ایک کتا تھا پانی اس کو نہیں ملا تھا، زبان اس کی نکل رہی تھی باہر، تو اس نے اس زمانہ کے اعتبار کی بات ہے، اس نے اپنا موزا نکالا، اور کنوئیں میں ڈال کر کسی طرح سے پانی بھرا، اور کتے کے سامنے ڈال دیا، اور جب کتے نے وہ پانی پیا، تو اوپر والے نے کہا کہ اس کو جنت میں لے جاؤ، یہ ہے اور ایسے ہی کچھ لوگ جارہے تھے انہوں نے

چیونٹی کا بل تھا، چیونٹیاں وہاں تھیں، اس کو جلا دیا، آپ نے فرمایا، تم کو حق نہیں ہے، کسی کے جلانے کا، جلانے کا تم کو حق نہیں ہے، اوپر والے کو سارے حق ہیں۔

سنسار انسان کے لیے ہے

میرے بھائیو! جب جانوروں کے ساتھ اچھا وہوار کرنے ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا یہ معاملہ ہے تو اگر انسان کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے، جو سب کا سردار ہے، اس لیے کہ اللہ میاں نے اوپر والے نے سارے انسانوں کو اپنے لیے پیدا کیا ہے اور سارے سنسار کو انسان کے لیے پیدا کیا ہے، سارے سنسار میں جتنے لوگ ہیں، وہ سب انسان کے لیے ہیں، اس وقت جتنے جانور ہیں جتنے پیڑ ہیں، جتنے پودے ہیں، اور دنیا میں جتنی چیزیں ہیں، سب انسان کے لیے ہیں اور بسا اوقات یہ ہے کہ ہم کچھ جانتے نہیں آپ نے سنا ہوگا ابھی چند سال پہلے کی بات ہے کہ چین میں، اب جو رسرچ ہوئی تو معلوم ہوا یہ چوہے جو ہوتے تھے بہت سی بیکٹیریا اور جراثیم جو ہیں، یہ چوہے لے لیتے تھے لیکن جب چوہے مار دیئے گئے تو وہ جراثیم انسانوں کی طرف بڑھے، اور ان کو کاٹنا شروع کیا تو بیمارے ہو گئے، تو انہوں نے ہندوستان والوں سے کہا کچھ چوہے بھیج دیجئے ہمارے یہاں، تا کہ ہماری بیماری دور ہو جائے، تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اوپر والے نے ہر چیز ہمارے لیے بنائی ہے، یعنی جو کچھ ہم کو یہاں نظر آ رہا ہے، بس یہ کہ ہم کچھ نہیں جانتے، اوپر والا سب کچھ جانتا ہے، اس لیے ہم کو بھی چاہیے، سب کا خیال رکھیں، جیسے باپ بیٹے کا رکھتا ہے، اپنے جانوروں کا خیال رکھتا ہے، تو وہ اس سے دودھ پیتا ہے، اس کو کھلاتا ہے، پلاتا ہے، کہ اس سے فائدہ اٹھائے، ایسے ہی ہماری ذمہ داری بھی یہ ہے کہ ہم اپنے سماج کی خبر لیتے رہیں تا کہ اوپر والا راضی ہو جائے، اور اپنے دل کو اچھا کر لیں، کہ انسانوں کی طرف دیکھیں تو محبت کی نظر سے دیکھیں، اور اچھے پریم کی نظر سے دیکھیں، اور اس کی مدد کی نظر سے دیکھیں، اور کہیں کوئی

پریشانی ہو تو ہم سب اٹھ کر جائیں، اور اس کی پریشانی کو دور کرنے کی کوشش کریں۔

جب سماج کی اصلاح ہونے لگے......

جب ہم اپنے اندر یہ بات پیدا کریں گے تو ہمارا سماج ٹھیک ہونا شروع ہوگا جیسے میں نے کہا اس وقت بعض لوگ کہتے ہیں، سماج ختم ہو چکا ہے، لیکن ہم یہ نہیں کہتے ، ابھی ہے کچھ باقی ہے، اگر نہ ہوتا تو اتنے بہت سے لوگ یہاں نظر نہ آتے ، انسانیت بھی باقی ہے، سماج بھی باقی ہے، اسی لیے اتنے بہت سے لوگوں کو فکر ہے سب یہاں جمع ہو گئے اور ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم بتائیں کہ ہم کو سماج کو درست کرنا ہے ٹھیک کرنا ہے اور خاص طور سے جو کمزور طبقے ہیں، اس میں مہلائیں بھی آتی ہیں خاص طور سے، بچے بھی آتے ہیں، اور کمزور لوگ آتے ہیں، بوڑھے بھی اس میں آتے ہیں، ان سب کو خاص طور سے اپنی نظر میں رکھنا ہے، محمد ﷺ نے فرمایا تھا کہ لوگوں نے کہا حضرت آپ کہاں ملیں گے تو آپ نے فرمایا "ابغوني في الضعفاء"، (کنز العمال) جو غریب لوگ ہیں مجھے اگر تلاش کرنا ہے، وہاں میں ملوں گا، یہ ہے بڑائی کی بات انسان کی، کہ وہ اپنے سے کمزور آدمی کے ساتھ بیٹھے، اپنے سے کمزور آدمی کی مدد کے لیے آگے بڑھے، جو محتاج ہیں ان کے لیے آگے بڑھے، یہ نہیں بڑے لوگوں کے پاس تو سبھی جاتے ہیں، اور جو عہدے والے ہیں پیسے والے ہیں، ان کے چاروں طرف تو سبھی لوگ رہتے ہیں، وہ لگنا معتبر نہیں، اصل یہ ہے کہ ہم اپنے کمزور بھائیوں کے پاس جائیں، سماج کے ایک ایک فرد کے پاس جائیں، اور سماج کو ٹھیک کرنے کی کوشش کریں، ہر اعتبار سے جب سماج ہمارا اچھا ہوگا، تو یہیں جینے کا مزا آجائے گا، ملنے کا مزا آئے گا، یوں دیکھنے سے نفرت پیدا ہوگی تو مزا آتا ہے؟ محبت کا مزا ہی کچھ اور ہے، اپ محبت سے مصافحہ کیجئے تو لطف آجائے گا، لیکن آپ نفرت سے دور سے دیکھیں تو پریشان ہو جائیں گے۔

ناراضی سے کیا فائدہ؟

میرے بھائیو! اپنے دل کو درست کریں، اپنے دل کو ٹھیک کریں، انسانیت ہم سب پیدا کریں، اور سماج کے سدھار کے لیے ہم سب آگے بڑھیں، اور ہر شخص ایک دوسرے مدد کے لیے ہر وقت تیار ہے، جب یہ بات کسی درجہ میں پیدا ہوگی تھوڑا تھوڑا ہوگا لیکن جب اوپر والے کے تعلق کے ساتھ اس سے محبت کے ساتھ اس کے ڈر کے ساتھ ہم یہ کام کریں گے تو کام بڑھتا چلا جائے گا، اور یہ بھی یاد رکھیں، سب کو حساب دینا ہے، یہاں سے جانے کے بعد، مرنے کے بعد، جیسا کرے گا ویسا ہی اس کے ساتھ معاملہ کیا جائے گا، اس کو بھی یاد رکھیں، بھول نہ جائیں، ہماری ۶۰ سالہ ۷۰ سالہ زندگی ایسی معلوم ہوتی ہے کہ ابھی ایک دن کی بات ہے تو اس سے کیا فائدہ کہ ایک دن میں ہم روٹھیں، اور نفرت کریں، اور غلط کام کریں، اور نہ ہم کو سکون ہو، نہ ہی ہمارے بھائیوں کو سکون ہو، یہ کوئی اچھی بات نہیں، بس میرے بھائیو اور دوستو! وقت چونکہ زیادہ ہوگیا ہے، اس لیے اس سے زیادہ کہنے کی گنجائش نہیں، جو باتیں عرض کی گئیں، اور کہی گئیں ان سب باتوں کو دھیان میں رکھیں اور پہلی بات میری یاد رکھیں ہر شخص سوچنے کی عادت بنالے، مگر صحیح سوچ ہو، غلط نہیں، میں نے کہا غلط سوچ بھی ہوتی ہے، جو آگے چلی جاتی ہے، مکر والی دھوکے والی، نفاق والی، اور بعض دفعہ ادھر چلی جاتی ہے، بے وقوفوں والی، نہ بے وقوفوں والی حرکت ہو، اور نہ مکاری والی عقل ہو، بلکہ جو دانش مندی والی عقل مندی والی عقل ہے وہ ہونی چاہیے، اعتدال کے ساتھ، توازن کے ساتھ، جب ہم یہ کریں گے تو ہمارے سامنے راستے کھلتے جائیں گے، اور سب ایک دوسرے سے گلے ملتے جائیں گے، اور اچھا سماج وجود میں آئے گا، اور ہم سب خوش ہوکر رہیں گے، اور اسی میں ہم کو جنت کا لطف آنے لگے گا، ہم سب دعا کرتے ہیں، کہ اوپر والا ہم سب کے ساتھ اچھا معاملہ کرے، اور ہم سب کو صحیح بدھی دے، اور صحیح راستہ دکھائے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

اپنی نافعیت کو اجاگر کریں

آپ حضرات دیر سے بیٹھے ہوئے ہیں، اور مفید باتیں سن رہے ہیں، اور جہاں تک میں سمجھتا ہوں مفید باتیں غور سے سننا اس بات کی علامت ہے کہ ہم مفید بننے کی کوشش کر رہے ہیں، کیونکہ پہلے آدمی معلوم کرتا ہے، پہلے اس کو علم ہوتا ہے، اگر معلوم بھی نہ ہو، تو عمل کب کرے گا؟ تو اس طرح آپ کا یہاں بیٹھنا اور غور سے بات سننا یہ بہت اچھی علامت ہے، اس کا اظہار بھی کیا گیا، میرے بھائیو اور دوستو! یہ پیام انسانیت یہ اصلا نبیوں کا کام ہے، ہمارے حضرت مولانا فرمایا کرتے تھے یہ معمولی کام نہیں ہے، انبیائے کرام انسان کو انسان بنانے کے لیے آتے ہیں، کیونکہ وہ انسان کامل ہوتے ہیں، اور اوپر اللہ کی طرف سے ان کو آدیش ملتا ہے، اور ان کو وہاں سے پیغام ملتا ہے، اس پیغام کو لیتے ہیں، اپنے اوپر عمل کرتے ہیں، اپنے عمل میں لاتے ہیں، اور پھر ساری انسانیت کی رہنمائی کے لیے آگے آتے ہیں، آج انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام ہمارے پاس موجود نہیں ہیں، سب سے آخر میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تھے، انہوں نے ہم سب کو پیغام دے دیا ہے انسانیت کا، اور ہمارے ذمہ کام کر کے چلے گئے، کہ جو تم کو دے کر جا رہے ہیں اس کو پھیلانا تمہارا کام ہے، اگر یہ کام تم نہیں کرو گے تو ظاہر ہے کہ تم کو نکال کر پھینک دیا جائے گا۔

بقائے انفع کا قانون بے لاگ ہے

نبی جو ہے وہ ہر انسان کو نافع بناتا ہے، نفع پہنچانے والا، اور جو بھی نفع پہنچانے والا ہوتا ہے اس کو باقی رکھا ہی جاتا ہے، اس کا یہی قانون ہے، بقائے انفع کا قانون جس کو کہتے ہیں جو نافع ہوگا مفید ہوگا وہی باقی رہے گا، دیکھ لیجئے یہ معمولی قلم ہے یہ جیب میں لگا ہوا ہوتا ہے اگر وہ لکھنا چھوڑ دے تو اس کو بھی نکال کے باہر پھینک دیا جاتا ہے، اس لیے کہ اس نے لکھنا چھوڑ دیا ایسے ہی اگر انسان اپنی انسانیت کو چھوڑ دے گا تو اس کو جانوروں میں پھینک دیا جائے گا، اور وہ جانور ہو جائے گا، اور خاص طور پر میں اپنے مسلمان بھائیوں سے یہ بات کہوں گا کہ آپ کو اس سلسلہ میں بہت زیادہ حساس ہونا چاہیے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے آپ کو ذمہ داری کیا دی تھی؟ اور آپ کے حوالہ کیا کام کر کے گئے تھے؟ ہم کو تو نافعیت کے اس مقام پر ہونا چاہیے تھا کہ اگر ہم اپنا محلہ چھوڑ کر چلے جاتے تو وہ محلہ والے ہمارے پیچھے آتے کہ آپ ہمارا محلہ چھوڑ کر نہ جائیے، آپ کے رہنے سے یہاں برکت ہو رہی ہے ہم کو فائدہ پہنچ رہا ہے، لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ آج معاملہ اس کے برعکس ہوتا چلا جا رہا ہے، ہم اپنے بھائیوں کے ساتھ اچھا معاملہ نہیں کر رہے ہیں، اپنے ہم مذہبوں کے ساتھ اچھا معاملہ نہیں کر رہے ہیں، اپنے پڑوسیوں کے ساتھ اچھا معاملہ نہیں کر رہے ہیں، یہ بات یہاں تک بڑھ گئی ہے کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا معاملہ نہیں کر رہے ہیں، بالکل معاملہ الٹا ہوتا چلا جا رہا ہے۔

جب نفع ختم ہو جاتا ہے......

جب نفع ختم ہو جائے گا تو اس کا نتیجہ کیا ہوتا ہے؟ یہ آپ نہ سمجھئے کہ باہر سے آ کر کوئی پھینکے گا، اگر نفع ختم ہو جائے گا تو باپ بیٹے کو پھینک دے گا، بیٹا باپ کو پھینک دے گا، بیوی شوہر کو پھینک دے گی، شوہر بیوی کو پھینک دے گا، بھائی بھائی کو پھینک

دے گا، پھینکنا کس کو کہتے ہیں؟ اس کو بھی سمجھنے کی ضرورت ہے پھینکنے کا یہ مطلب نہیں ٹرین سے اٹھا کر آپ نے پھینک دیا، پھینکنے کا مطلب یہ ہے کہ اب آپ سے دلی تعلق ختم ہو گیا دل سے آپ کو نکال کر باہر پھینک دیا گیا، تو معاملہ ختم ہو گیا، کیونکہ سار معاملہ دل کا ہے یہ بڑی مشکل سے بنتا ہے، اور ساری پریشانیوں کا مرکز ساری خوشیوں کا مرکز یہ دل ہی ہے اگر یہ ساری چیزیں درست ہو جائیں، یعنی ہم انسان بن جائیں، انسان کے کام آنے والے بن جائیں، نفع پہنچانے والے بن جائیں، اور ایک دوسرے کی مدد کرنے والے بن جائیں، ہمدردی کرنے والے بن جائیں، اور دکھ درد میں شریک ہونے والے بن جائیں۔

ہر چیز میں لذت ہے اگر دل میں مزا ہو

آپ یہ سمجھ لیجئے ہمارا دل بھی بن جائے گا، اور اس کو ایسا سکون حاصل ہو گا کہ اگر چھوٹی موٹی پریشانیاں آ رہی ہیں، تو پھر کوئی مسئلہ نہیں

کلفت میں برابر ہے وفا ہو کہ جفا ہو
ہر چیز میں لذت ہے اگر دل میں مزا ہو

اگر ہمارے دل میں مزا ہے تو پھر سارا مسئلہ ہمارا حل ہو جائے گا، اور اگر دل میں مزا نہیں ہے تو آج جو حالات خراب ہو رہے ہیں ہر ایک ٹینشن میں ہے، پریشانی میں ہے، اور آپ دیکھ لیجئے اس کی وجہ سے کوئی نشہ کی چیزیں لے رہا ہے کوئی اور غلط کاموں کے لیے وقت کو کھپا رہا ہے، کوئی پیسے کو بڑھانے سے اپنے کو جھوٹی تسلیاں دے رہا ہے، غرض کہ سب غلط طریقہ سے اپنے سکون کو حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، لیکن ان تمام چیزوں سے سکون حاصل ہونے والا نہیں ہے، اصل معاملہ یہ ہے کہ اگر ہمارا دل بن جاتا ہے اور ہم باپ کو باپ سمجھتے ہیں، بھائی کو بھائی سمجھتے ہیں، اپنے پڑوسی کو پڑوسی سمجھتے ہیں، اور انسان کو انسان سمجھتے ہیں، تو پھر اس کو کہیں میخانے میں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔

جائیے اس بات سے اے درد میخانے کے بیچ
کچھ عجب مستی ہے اپنے دل کے پیانہ کے بیچ

جب انسان انسان کو دیکھتا ہے اور دل اس کا اچھا ہوتا ہے اس سے محبت پھوٹتی ہے، اس کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔

انسان کی علامت

میں تو یہ کہا کرتا ہوں کئی جگہ میں نے تقریروں میں یہ بات کہی کہ اگر ہم اپنے اندر انسانیت محسوس کرتے ہیں واقعی ہم انسان ہیں تو اس کا ایک پیانہ ہے تو آپ سمجھ لیجئے اگر کسی کو آتا ہوا دیکھ کر ہم خوش ہوں تو آپ سمجھ لیں اور ہم سمجھ لیں کہ ہم ٹھیک ہیں لیکن اگر سامنے آتے ہوئے انسان کو دیکھ کر محسوس نہ ہو اور اس سے آگے بڑھ کر نفرت پیدا ہو، اور ہم کو برا لگے اچھا محسوس نہ ہو، تو سمجھ لیجئے کہ بخار آچکا ہے، اور اگر زبان سے بری باتیں نکال رہا ہے، تو سمجھ لیجئے کہ ۱۰۶ کا بخار ہے، قابو میں نہیں ہے، اور اس کے علاج کی ضرورت ہے، آج یہ دیکھنا ہے کہ اگر ہم دیکھ کر خوش ہوتے ہیں یا نہیں، یہ نہیں دیکھنا ہے کہ پیلے کپڑے پہنے ہے یا ہرے کپڑے پہنے ہے، اور وہ لنگی پہنے ہے یا پائجامہ پہنے ہے، وہ پینٹ پہنے ہے یا کوئی اور لباس پہنے ہے، اگر ہے وہ انسان تو ہم کو اس کے ساتھ انسانیت کا معاملہ کرنا ہے۔

اکابر کا طرز عمل

میں نے تو حضرت مولانا کو بعض ایسی چیزیں کرتے ہوئے دیکھا ہے، ابھی شاید آپ نے اس کو نہ دیکھا ہوگا، میں تو چونکہ بچپن سے وہاں رہا ہوں، میں نے ایک ایسی چیز دیکھی حضرت مولانا کے یہاں کہ پوری زندگی میں نے یہ نہیں دیکھا کہ حضرت مولانا نے کسی انسان کے آگے پیر پھیلائے ہوں، آج تک خادم کے سامنے بھی پیر نہیں پھیلاتے تھے چہ جائیکہ کوئی باہر کا آجائے، کوئی مہمان آجائے، ۳۰ سال

مجھے یاد ہے، کبھی ہم نے پیر پھیلائے ہوئے یا غلط طریقے سے بیٹھے ہوئے پوری زندگی مجھے یاد ہے ان کے ساتھ میں شعور کے ساتھ رہا ہوں، کبھی ایسا نہیں دیکھا کہ مولانا نے پیر پھیلائے ہوں، اور کبھی کسی پر کوئی احسان جتایا ہو، اس قدر حضرت مولانا کا لہجہ نرم تھا، محبت سے پیش آتے تھے، ہندو ہو چاہے مسلمان، تو ظاہر ہے کہ جب نسبت بڑھتی ہے تو تعلق بھی بڑھتا ہے لیکن حضرت مولانا کا تو معاملہ یہ تھا، کہ جو بھی ان کے پاس آجاتا تھا اس کے ساتھ نہایت اچھا معاملہ کرتے تھے، اور اپنے دشمن کے ساتھ بھی بہت اچھا اور اعلیٰ سلوک کرتے تھے۔

ایک عجیب لطیفہ پیش آیا، حضرت مولانا تشریف فرما تھے ایک صاحب آئے اور حضرت مولانا نے بہت غیر معمولی اکرام کیا، اور اس کو کہا یہ لاؤ، کھانے کو یہ لاؤ، ان کو بٹھایا، اور ان کے کھانے کی دعوت دی، اور جب وہ صاحب چلے گئے رخصت ہوگئے تو حضرت مولانا کے ایک بہت منھ لگے تھے جو ہر بات پوچھ لیا کرتے تھے انہوں نے کہا حضرت معاف کیجئے یہ صاحب جو آئے تھے میرا جی ان سے نہیں لگ رہا تھا، تو حضرت مولانا نے فرمایا کہ یہ صاحب ایسے ہیں کہ اگر ان کو موقع مل جائے تو مجھے ختم کردیں، لیکن جب میرے پاس وہ آئے ہیں، تو میرا دل صاف ہے، اس لیے میں ان کی خدمت کررہا تھا، تو حضرت مولانا کا تو معاملہ یہ ہے کہ میں تو اپنے ساتھیوں سے کہا کرتا تھا کہ اگر تم کو کچھ مولانا سے تحفہ لینا ہے تو جاؤ ان کے سامنے ان کو برا بھلا کہہ دو، تو میں یقینی طور پر تم سے کہتا ہوں کہ تم کو ہدیہ ضرور ملے گا، اور تمہارے ساتھ حضرت مولانا اچھا سلوک کریں گے۔

حضرت امام ابوحنیفہ جن کا نام بہت لوگوں نے سنا ہے سب ہی جانتے ہیں، ان کا ایک عجیب وغریب واقعہ ہے ان کا ایک پڑوسی تھا، جو ان کو برا بھلا کہتا تھا اور جب بھی وہ برا بھلا کہتا تھا تو وہ یہاں سے کوئی نہ کوئی ہدیہ بھیجتے تھے، اور اس کے گھر میں کچھ نہ کچھ پہنچواتے تھے، اس نے گالی دینا بند کردی، تو انہوں نے ہدیہ بند کردیا تو وہ

حیرت میں پڑ گیا، کہ ہے کیا معاملہ یہ؟ انہوں نے (اس آدمی نے) آکر امام صاحب سے ملاقات کی، اور کہا کہ آپ عجیب آدمی ہیں، میں برا بھلا کہتا تھا تو آپ مجھے ہدیہ بھیجتے تھے اور جب میں نے برا بھلا کہنا چھوڑ دیا تو آپ نے بند کردیا، امام صاحب نے فرمایا کہ بھائی تم مجھے برا بھلا کہتے تھے اور میں صبر کرتا تھا برداشت کرتا تھا تو اوپر والا اس پر مجھے ثواب دیتا تھا، اور جب میں دنیا سے جاؤں گا تو مجھے بہت وہاں سے ثواب ملے گا، تو تم بہت بڑا مجھے تحفہ دیتے تھے، تو تم جو دیتے تھے وہ بہت بڑا ہے میں جو دے رہا ہوں وہ چھوٹا ہے، تم نے میرا بڑا نقصان کیا، میں نے تمہارا چھوٹا نقصان کیا۔

سوچ اصل ہے

تو اب دیکھئے سوچ کیا ہے؟ اصل میں سارا مسئلہ سوچ کا ہے، اگر ہماری صحیح سوچ ہو جائے تو ہر جگہ مسئلہ درست ہو جائے، یہی ہمارے حضرت مولانا کا معاملہ تھا کہ سوچ بالکل الگ تھی، اسی وجہ سے بہت سے ایسے تھے جو حضرت کو پسند نہیں کرتے تھے لیکن اخیر میں یوں اگر کہوں کہ مجبور ہو گئے پسند کرنے پر، تو شاید غلط نہیں ہوگا، لیکن آدمی آہستہ آہستہ آتا ہے، اور پھر محبت دل سے ہو جاتی ہے، پہلے اسی طرح اچھے معاملات کرنے پڑتے ہیں، قرآن مجید میں بھی ہیں، بات کہی گئی ہے۔

ہمارے حضرت مولانا ایک واقعہ سنایا کرتے تھے حضرت نظام الدین اولیاء کا، فرماتے تھے کہ حضرت نظام الدین اولیاء کے پاس ایک صاحب قینچی لائے وہ رامپور کے رہنے والے تھے، وہاں قینچی چاقو اچھے بنتے ہیں، تو یہ حضرات جب آتے تھے تو کوئی تحفہ لے کر آتے تھے تو ان کے پاس تحفہ لے کر آئے اور انہوں نے آکر ان کو دیا، حضرت نے لے تو لیا، اور بعد میں یہ فرمایا بھائی تم قینچی لے کر آئے کوئی بات نہیں، اگر سوئی لے کر آتے تو زیادہ اچھا تھا، کاٹنے والے تو بہت ہیں، سینے والے بہت کم، اب دیکھئے ذہن بدل رہے ہیں، یہ ہے اصل بات، کہ آج جیسا کہ ہمارے

امیر صاحب نے فرمایا کہ سوچ بدل گئی، عجیب وغریب سوچ ہے کہ

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

زیر قلمت ہزار جان است

آج میڈیا کا دور ہے، آپ جھوٹ کو کہیں سچ، سچ کو کہیں جھوٹ، اور ہم اسی چکر میں پڑ جائیں، اسی لیے ہمارے حضرت مولانا میڈیا کے سلسلہ میں ایک بات فرمایا کرتے تھے ایک خاص موقع پر جہاں سب تھے، مولانا عبدالماجد دریابادیؒ وغیرہ اس میں سب ہی شریک ہوئے تھے، حضرت مولانا بھی تھے، تو حضرت مولانا نے تمام ایڈیٹروں کو مخاطب کرتے ہوئے ایک شعر پڑھا تھا اور کہا تھا کہ ایک شاعر نے فارسی میں شعر پڑھا ہے اپنے محبوب کو مخاطب کیا ہے کہ:

آہستہ خرام بلکہ مخرام
زیر قدمت ہزار جان است

تو حضرت مولانا نے فرمایا میں نے تھوڑی سی تبدیلی اس میں کر دی ہے، اپنے قلم والوں کو سامنے رکھتے ہوئے کہ آہستہ خرام، میں یہ نہیں کہتا مخرام، مولانا نے فرمایا آہستہ خرام، مگر ایک بات کہتا ہوں

زیر قلمت ہزار جان است

شاعر کہتا ہے محبوب سے کہ میاں ذرا سوچ سمجھ کے چلو ہلکے چلو، بلکہ نہ چلو، تو اچھا ہے، کیونکہ تمہارے پیر کے نیچے بہت سی جانیں ہیں، کہیں چلی نہ جائیں، تو حضرت مولانا نے فرمایا آپ حضرات کے ہاتھ میں قلم ہے جو چاہے لکھ دیں، اس لیے ذرا سوچ سمجھ کر لکھیں، ایسا نہ ہو کہ آپ کے نوک قلم سے کچھ نکلے اور بہت گاؤں اجڑ جائیں، کہیں آگ لگ جائے، کہیں اور فتنہ پیدا ہو جائے، اس لیے لکھنے والوں کو اور میڈیا میں کام کرنے والوں کو پوری طرح یہ سمجھنا چاہیے کیا چیز دینی ہے؟ کیا نہیں دینی ہے؟ اور کتنی

دینی ہے؟ اور اس کو بڑھا کر دینا ہے، اور اس کو کس کیٹگری میں دینا ہے، یہ ساری باتیں ان کے سامنے ہونا چاہئیں۔ ہمارے حضرت مولانا نے یہ پیغام ان کو بھی دیا۔

دور پیکنگ کا ہے

دوسرا واقعہ حضرت مولانا نے سنایا تھا حضرت نظام الدین اولیاء کا کہ جو حضرات ان کے پاس ہدیہ لاتے تھے ان میں سے ایک صاحب نے دیکھا کہ سب لوگ ہدیہ لے کر آتے ہیں، حضرت کو ہدیہ سے کام نہیں، سب ان کے خادم اقبال اٹھالے جاتے ہیں، اور بانٹ لیا جاتا ہے، تو ایک صاحب کے پاس کچھ تھا نہیں، تو انہوں نے مٹی لی اور اس کا پیکٹ بنایا شاندار، اور لے کر آئے، حضرت کھاتے بھی نہیں ہیں، دیکھتے بھی نہیں ہیں، تو میں بھی ہدیہ دینے والوں میں شامل ہو جاؤں گا، تو پیکٹ اچھا بنا کر لائے، اور آج کل تو دور ہی پیکٹ کا ہے، کہ اندر چاہے جتنا خراب ہو، اوپر بڑا اچھا ہونا چاہیے ہر جگہ آپ دیکھ لیجئے آج ہمارے اسکولوں و کالجوں کا حال جو ہے اوپر سے دیکھئے تو معلوم ہوتا ہے چمک دمک، لگتا ہے کہ ابھی انسانیت زندہ ہے، تو ایسے ہی میں کہتا ہوں ابھی انسانیت زندہ ہے اگر چہ انسانیت کو ختم کرنے کی بڑی کوششیں کی جارہی ہیں، اور اس کو مٹانے کی اتنی کوششیں کی جارہی ہیں، کہ انسان نے خود انسانیت کے خلاف مقدمہ دائر کر دیا ہے، اور انسان انسانیت کے خلاف مزاج اس کا ہو گیا ہے، اور کھڑا ہے، اور چاہتا ہے کہ انسانیت کا گلا گھونٹ دے یہ بات تھی حضرت مولانا فرمایا کرتے تھے کہ آخر انسان انسانیت کے خلاف دعوے دار ہے، اور اس کے خلاف مقدمہ لے کر کھڑا ہو گیا ہے۔

یاد دلاتے رہیں

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ آج ہم سب مل کر اس کے خلاف کھڑے ہو جائیں، اور یہ جو جلسے ہیں، یہ تو صرف جیسے میں نے کہا کہ بتانے کے لیے سمجھانے

کے لیے اور یاد دلانے کے لیے آدمی بعض مرتبہ بھول جاتا ہے، یاد دلانے سے کام بن جاتا ہے، اور یہ تو میں نہیں کہتا کہ آپ انسان خدانخواستہ نہیں ہیں، میں انسان کو لینے آیا ہوں، میں خود اپنی انسانیت کو پہلے دیکھ لوں، کہ کتنی ہے؟ میں کس منہ سے کہوں کہ آپ انسان بن جایئے، لیکن ہاں یاد دلانے کی کوشش ہر ایک کو کرنا چاہیے، قرآن نے کہا ہے، یاد دلاؤ، یاد دلانے سے کام ہوتا ہے، لیکن یہ کام اصلا اس وقت ہوگا جب عملی طور پر ہم اس کام کے لیے آجائیں۔

پیام انسانیت کا فائدہ

الحمد للہ ہمارے پیام انسانیت والے اب اس کام میں بھی ماشاء اللہ کافی آگے بڑھ رہے ہیں، ابھی کئی شہروں میں یہ کام کیا گیا، سیتاپور میں کیا گیا، غیر مسلموں کے گاؤں میں جاکر وہاں آفتیں آگئیں تھیں، آندھی کی زد میں پورا گاؤں آگیا تھا، وہاں گئے پورا انہوں نے کام کیا، تو ہمارے غیر مسلم بھائی اتنے خوش ہوئے کہ ان کو اندازہ نہیں تھا کہ مسلمان بھی یہ کام کرتے ہیں، تو ان کے قریب ایک مسجد تھی جس کو انہوں نے روک دیا تھا بننے سے بننے نہیں دے رہے تھے، لیکن جب مسلمانوں نے یہ کام کیا، تو انہوں نے ہی کھڑے ہوکر یہ بات کہی کہ ہم کو کچھ اثر نہیں پڑا، تو اب دیکھئے انسانیت کا آدمی کام کرے، تو بہت سے روڑے خود ہٹ جاتے ہیں، بہت سی پریشانیاں خود بخود دور ہو جاتی ہیں۔

قریب آکر سمجھنے کی ضرورت

آج ہمارے سوامی جی نے بھی اس بات کا تہیہ کیا ہے، کہ اس کام کو لے کر آگے بڑھنا ہے، اور ہندو مسلم اتحاد انسانی بنیادوں پر، آپ بھی انسان ہیں، میں بھی انسان ہوں، آدم وحوا کی اولاد ہیں، اس میں کوئی فرق نہیں، کوئی بڑا بھائی ہے، کوئی چھوٹا بھائی ہے، ایک دوسرے کو سمجھنا بھی چاہیے، یہ بھی یاد رکھیں آپ صرف اپنے

مذہب کو نہ سمجھیں، دوسرے کے مذہب کو بھی سمجھیں، اس لیے جس طرح دوسروں کو تکلیف نہیں معلوم ہوگی تو پھر احساس ہوگا کیسے؟ آپ ہمارے مذہب کو سمجھئے، ہم آپ کے مذہب کو سمجھیں، آپ ہم کو سمجھیں، ہم آپ کو سمجھیں، آپ ہمارے قریب آئیں، ہم آپ کے قریب آئیں، اور ظاہر ہے کہ تقریر سے معاملہ نہیں ہوگا، ہاتھ بڑھانا پڑے گا، پھر کچھ ہم کو آگے بڑھنا پڑے گا، پھر مصافحہ کرنا پڑے گا، اس کے بعد آگے بات چلے گی۔

میرے بھائیو اور دوستو! یہ جو جلسے ہورہے ہیں، کانفرنسیں ہورہی ہیں، اور کوششیں ہورہی ہیں، یہ ذہن سازی کے لیے ہورہی ہیں، یاد دلانے کے لیے ہورہی ہیں، تاکہ ہر شہر میں سب مل کر ایک دوسرے کی ہمدردی میں نکل آئیں، اور اس سے ملک کا جو فائدہ ہوگا اور ملک جتنا ترقی کرے گا وہ ہم اور آپ اس کا اندازہ نہیں کرسکتے، اگر ہم اپنی اپنی میں مست رہے خودغرضی میں لگے رہے، بس ہمارا بھلا ہوجائے، تو پھر جب کشتی ڈوبے گی، اوپر والے بھی ڈوبیں گے اور نیچے والے بھی ڈوبیں گے۔

سب ہی ڈوبیں گے

اللہ کے رسول ﷺ نے اس کی مثال بھی دی اور ہمارے حضرت مولانا بہت جگہ اس کو پیش کرچکے ہیں، ایک کشتی ہے اس میں کچھ اپر کلاس میں، کچھ لور کلاس میں ہیں، نیچے والے اوپر آتے ہیں، پانی لینے کے لیے، ظاہر ہے پانی لے کر جاتے ہیں، تو پانی چھلکتا ہے تو پریشانی ہوتی ہے اوپر والے اعتراض کرنے لگے کہ تم پانی لینے اوپر کیوں آتے ہو؟ ہم کو پریشانی ہوتی ہے، گیلا ہوجاتا ہے، تو انہوں نے سوچا کہ ہم تو سمندر میں نیچے ہی سوراخ کرلیں، اور نیچے ہی سے پانی لے لیں گے اور کام بن جائے گا، تو اوپر والوں کو اگر معلوم ہو کہ نیچے والے سوارخ کررہے ہیں، اور وہ کہیں کہ وہ

جانیں، ان کا کام جانے، لور کلاس کے لوگ ہیں، وہ اگر سوراخ کرتے ہیں، کشتی میں تو وہ ڈوبیں گے ایسا نہیں، اگر کشتی ڈوبے گی، تو لور کلاس والے بھی ڈوبیں گے اپر کلاس والے بھی ڈوبیں گے، کوئی بچے گا نہیں، اس لیے ہم کو یہ سمجھنا نہیں چاہیے کہ ہم اپنے گھر میں بیٹھ کر داد و دہش دیتے رہیں، اور مزے اڑاتے رہیں، گلچھرے اڑاتے رہیں، اور دنیا میں جو انتشار و خلفشار برپا ہے، اس سے ہم پر کوئی اثر ہونے والا نہیں ہے، ایسا نہیں ہے، تجربے بھی سامنے آچکے ہیں، آنکھوں سے لوگ دیکھ بھی چکے ہیں، مشاہدہ کر چکے ہیں، بس میرے بھائیو اور دوستو! ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اس کو سمجھیں، اور اس کے لیے اپنے آپ کو تیار کریں، اور ہر شخص یہ سوچ لے کہ ہم کو انسان بننا ہے۔

مسلمان سیرت کو آئیڈیل بنائیں

خاص طور سے میں مسلمانوں سے کہوں گا آپ حضرت محمد ﷺ کے ماننے والے ہیں، اور ان کا دم بھرنے والے ہیں، ان سے محبت کا اعلان کرنے والے ہیں، آپ کی ذمہ داری ڈبل ہے، دوہری ذمہ داری آپ کی ہے آپ سے کوئی ایسا کام سرزد نہیں ہونا چاہیے جس سے کسی کو بھی تکلیف پہنچے، انسان تو بہت دور کی بات ہے، آپ کے پیغمبر نے یہ ہم کو تلقین کی ہے جانور کو بھی تکلیف نہیں ہونی چاہیے، آپ کے ملفوظات وارشادات و تعلیمات اٹھا کر دیکھیں، ایک مرتبہ صحابہ کرام جا رہے تھے تو دیکھا کہ ایک چڑیا بار بار آتی ہے اور قریب آجاتی ہے، تو بعض نے بتایا اس کے بچوں کو کسی نے پکڑ لیا ہے کپڑے میں لیے ہوئے ہے، فرمایا اس چڑیا کو تکلیف مت پہنچاؤ، اور اس کے بچے چھوڑ دو، اور اس کو اوپر جا کر رکھ دو، تو آپ کا معاملہ تو یہ ہے کہ ایک مرتبہ ایک اونٹ آیا، اور آکر آپ سے شکایت کرنے لگا تو آپ نے اونٹ کے مالک کو بلایا کہا میاں اس کے ساتھ کیا معاملہ کرتے ہو؟ اس نے کہا حضرت ایک ہی

اونٹ ہے اس پر بھی کبھی زیادہ لادنا پڑ جاتا ہے، تو آپ نے فرمایا یہ اونٹ بے زبان جانور ہے دیکھو لادو تو اتنا لادو جتنا یہ لا دسکتا ہے، اور جب کہیں ایسا علاقہ آجائے جہاں یہ چر سکتا ہو، تو اس کو چھوڑ دیا کرو، تو آپ نے تو جانوروں کا خیال رکھا ہے کیڑے مکوڑوں کا لحاظ رکھا ہے اور پھر ظاہر ہے کہ انسانیت کا آپ نے کتنا خیال کیا ہوگا، تو آپ کی ذمہ داری کچھ زیادہ ہے، کہ آپ تمام انسانوں کے ساتھ انسان بن کر رہیں، اور اپنے اندر ایسا نفع پیدا کریں، کہ دوسرا آدمی مجبور ہو کہ نفع پہنچانے والا انسان ہے، یہ فائدہ پہنچانے والا انسان ہے، یہ ہمدرد انسان ہے، یہ وقت پر کام آنے والا انسان ہے، یہ اگر کوئی آڑے وقت میں پھنس جائے اس وقت یہ کھڑا ہوتا ہے، اور ہاتھ بٹاتا ہے، تو ایسے انسان کو ہم جانے نہیں دیں گے، یہ ہمارا پڑوسی رہنا چاہیے ہمارے گھر کے قریب اس کو رہنا چاہیے اور ہمارا اس کے ساتھ تعاون ہونا چاہیے۔ بس

میرے بھائیو اور دوستو! وقت بہت ہو چکا ہے، باتیں بھی بڑی اچھی ہو چکی ہیں، اس لیے میں سمجھتا ہوں یہ چند باتیں کافی ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو قبول فرمائے، اور انسانیت کی خدمت کے لیے ہم سب کو کھڑا کردے، اور اس کو لے کر پورے ملک میں ہم چلیں، اور ملک کا اس سے بھلا ہو، اور سارے انسانوں کا بھلا ہو۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمین.

اپنے آپ اور ملک کو نفع بخش بنایئے

میرے بزرگو اور دوستو!

ساری قوموں میں اللہ نے سب سے اعلیٰ وافضل اس امت کو بنایا ہے اور جس کو افضل بنایا جائے اس کو بھی یہ سوچنا چاہیے کہ ہم سب سے افضل ہیں، ہم کو افضل ہی رہنا چاہیے، جس کو اوپر والے نے بڑا بنایا ہے، اس کو ہمیشہ یہی سوچنا چاہیے کہ ہم دوسروں کے مقابلہ میں بڑے ہیں، اور یہ ایک فطری بات ہے باپ کا ایک باپ ہوتا ہے جو بیٹا ہوتا ہے، وہ اپنے باپ کو باپ سمجھتا ہے، اس کو سمجھنا چاہیے، اور باپ اپنے بیٹے کو بیٹا سمجھتا ہے اس کو بیٹا ہی سمجھنا چاہیے کوئی گر اس کے برخلاف کرنے لگے تو لوگ اس کی عقل پر شبہ کریں گے، یعنی کوئی باپ اپنے بیٹے سے کہنے لگے اے ابا جان، یا اس کے برخلاف وہ کہنے لگے، تو ہر آدمی کو حیرت ہوگی اور حیرت ہونی چاہیے، اس لیے کہ اوپر والے نے باپ کو باپ بنایا ہے، اور بیٹے کو بیٹا بنایا ہے، اب اگر اس کے برخلاف کیا جائے تو اَن نیچرل ہے، ایسے ہی اوپر والے نے یہ بتایا ہے کہ تم کو ہم نے سب کا مخدوم بنایا، تم ساری کائنات کے سارے سنسار کے، پورے ورلڈ کے تم مخدوم ہو، آقا ہو، سردار ہو، اور جتنے ہیں سب تمہارے خادم ہیں، زمین تمہاری خادم ہے، یہاں تک کہ سورج وہ بھی آپ کا خادم ہے، اور چاند بھی آپ کا خادم ہے، لیکن سب کے کام ہیں الگ الگ، اگر آپ غور کریں تو یہ خود بخود ذہن میں آجائے گا وہ ہماری خدمت ہی

کرر ہے ہیں، سورج جب گرمی اوپر سے ڈالتا ہے تو اس سے ہماری کتنی چیزیں وابستہ ہیں، پیڑ پودوں سے لے کر جتنی دنیا میں چیزیں ہیں سب سورج یعنی گرمی سے تعلق رکھتی ہیں، اور پھلوں میں مٹھاس گودا، اور دوسری چیزیں بھی اس میں چاند بھی مدد کرتا ہے، اس سے بھی فائدہ ہوتا ہے، اور اس کے علاوہ جہاں تک درختوں سے تعلق ہے تو اس کا فائدہ تو ہم سب جانتے ہیں کہ وہ آپ کو پھل دیتے ہیں، سایہ دیتے ہیں، لکڑی دیتے ہیں لیکن یہ ضروری ہے کہ خادم آپ کے ضرور ہیں، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ ان کی میزبانی بھی نہ کریں، یعنی اگر کوئی خادم کسی کے گھر میں ہے تو آپ اس سے کھانا پکوائیں، لیکن اس پر پابندی لگادیں تم کھانا نہ کھانا، تو بے چارہ مر جائے گا، خدمت بھی نہیں کر پائے گا آپ کی، تو ایسے میں جو کھیتیاں ہیں پھل ہیں، یہ ساری چیزیں جو ہیں، وہ بھی کچھ مانگتی ہیں، تا کہ آپ کی خدمت کر سکیں، تو آپ پانی لگا دیتے ہیں، کھاد ڈال دیتے ہیں، جس کی جتنی ضرورت ہے وہ کر دیتے ہیں آپ، اور جس کی نہیں کر سکتے وہ مالک کرتا ہے، جس نے سب کو بنایا ہے، تو آپ کو جب اوپر والے نے سردار بنایا ہے آقا بنایا ہے، تو آپ کو آقا رہنا چاہیے، آپ کو خادم نہیں بننا چاہیے۔

جیسا کہ میں نے عرض کیا کوئی سردار ہے آج کل تو سمجھنا بہت آسان ہے، ایک آفیسر ہے اس کی کرسی ہے تو اس پر بیٹھا ہوا ہے اور ایک چپراسی ہے معمولی درجہ کا ہے پڑھا نہ لکھا اور وہ رہتا بھی گندا ہے وہ آئے اور ہاتھ پکڑ کر سردار کا ہٹا دے، آفیسر کا، اور خود بیٹھ جائے، اس کی کرسی پر، یا یہ آفیسر اٹھ کر کھڑا ہو جائے ہاتھ جوڑے کہ آپ حضور یہاں بیٹھئے میں ادھر کھڑا ہو جاتا ہوں ہاتھ جوڑ کے، آفس والے بھی ہنسیں گے، ہیں گے سردار سردار جی تو گئے، تو یہ بالکل نیچرل بات ہے ہر جگہ ہوتی ہے، تو ایسے ہی جب اوپر والے نے ہم کو انسان بنایا ہے انسان بنانے کا مطلب ہی یہی ہے کہ ہم کو مخدوم بنایا ہے اور سب کو ہمارا خادم بنایا ہے، تو ہم کو مخدوم ہی رہنا چاہیے، ہم کو افضل بنایا ہے ہم کو افضل ہی رہنا چاہیے، ہم کو عزت والا بنایا ہے ہم کو عزت والا ہی رہنا چاہیے۔

افضلیت کیسے باقی رہے گی؟

اپنی افضلیت کیسے باقی رکھیں؟ یہ ترکیب انہوں نے بتائی ہے اگر ان کی بتائی ہوئی ترکیب پر عمل کریں گے، تو پھر ہم عزت پائیں گے، سکون سے رہیں گے، اور آپس میں لڑائی نہیں ہوگی، آپس میں کشمکش نہیں ہوگی، پورا ہمارا معاشرہ ہمارا سماج ہماری سوسائٹی نہایت سکون سے رہے گی، جیسے تار ہوتے ہیں بجلی کے اور پورا نظام بجلی کا ہوتا ہے فٹنگ کرتا ہے، فٹر اور کون سا تار کہاں لگانا چاہیے وہ لگاتا ہے اور اس کے بعد بٹن دباتا ہے سب جلنے لگتا ہے، اگر فٹنگ صحیح نہیں ہے تو شاٹ ہوجاتا ہے، اور یہی نہیں بلکہ پنکھا بھی جل گیا راڈ بھی فیل ہوگیا، اس لیے کہ فٹر صحیح نہیں تھا، اس نے ادھر کا تار ادھر جوڑ دیا اور اس کے بعد ایک آگ نکلی معلوم ہوا کہ سب تار ہی جل گیا، اس لیے کہ وہ صحیح کرنے والا نہیں تھا یہی انسان کا مسئلہ بھی ہے اوپر والے نے بتایا ہے یہاں یہ لگاؤ یہاں یہ لگاؤ، یہاں یہ کردو، تو صحیح چلے گا، یہ نہیں کروگے تو یہاں شارٹ ہوجائے گا، وہاں شارٹ ہوگا، یہاں پنکھا خراب ہوگا وہاں سے بجلی خراب ہوگئی، تیز بجلی آجائے گی، نارمل ہونی چاہیے ورنہ آج کل تو بہت ہوتا ہے کہ ایک دم سے پاور تیز آگیا معلوم ہوا کہ لاکھوں میں نقصان ہوگیا ٹیلی ویژن بے کار ہوگیا، تو پاور بہت زیادہ بھی نہیں آنی چاہیے، بہت کم بھی نہیں آنی چاہیے، بالکل نارمل کتنے فیس میں یہ چلے گا کتنے میں یہ، پورا نظام ہوتا ہے ایسے ہی انسانی نظام بھی ہے

سدھار کس طرح ہو؟

جیسے باپ باپ ہے بیٹا بیٹا ہے، لیکن سب ہیں اس کے بنائے ہوئے تو اب باپ اگر بیٹے سے غلط کام کروالے تو کتنے غلط کام کروانے پر بیٹے کو مارنا ہے، یہ اوپر والا بتائے گا اس میں اب باپ بالکل غلط کام کروانے کو سوچے تو پھر اس کی بات نہیں

مانی جائے گی یہ فرق ہو گیا، بیٹا اگر کہے، باپ سے غلط کام لیجئے، تو باپ کو چاہیے دو جھاپڑ مارے، اور کہے کہ نالائق تو غلط کام مجھ سے کروا رہا ہے؟ ٹھیک ہو جائے گا، لیکن یہی باپ کروائے تو بیٹا یہاں پر جھاپڑ نہیں مارے گا، ادب سے کہے گا آپ یہ بات نہ کیجئے اب یہاں پر اگر وہ ڈانٹتا ہے یا مارتا ہے باپ کو، تو یہ غلطی ہو جائے گی، باپ صحیح کر رہا ہے، لیکن باپ سے ڈانٹ کر نہیں کہیں گے ادب سے کہے گا یہ نازک باتیں ہیں، اس کو اگر نہیں سمجھے گا تو وہی کہے گا کہ ہمارے ابا ہوا کریں غلط، بات کیوں کہہ رہے تھے میں تو حق بات مانتا ہوں نہیں، باپ باپ ہے، چاہے کتنا بڑا چار سو بیس (۴۲۰) ہو، باپ باپ ہے، اس کے ساتھ اچھا ہی سلوک کیا جائے گا، نرم لہجہ اختیار کیا جائے گا، ہاں اگر کہتا ہے چوری کر لو تو نہیں کی جائے گی، کہتا ہے اس کو قتل کر دو، اس کو قتل نہیں کریں گے، اس لیے کہ باپ سے جو بڑا ہے اس نے کہا نہیں مارنا، جیسے باپ کا باپ کھڑا ہو تو سمجھنا آسان ہوگا باپ کہتا ہے خبردار! لیکن اس کا باپ کہتا ہے ہٹ میرا بیٹا ہے غلط کہتا ہے، نہ مارو اسے، تو اب ظاہر ہے کہ دادا کہہ رہا ہے نہ مارو، باپ کہہ رہا ہے مارو، تو یہ نازک چیزیں ہوتی ہیں، اوپر والا کہے گا تو ادب سے منع کیا جائے گا، نیچے والا کہے گا تھوڑی تنبیہ کی جائے گی، اور ٹوکا جائے گا، اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ آپ اپنے سماج کو ٹھیک کریں جو اوپر والے ہیں، وہ نیچے والوں کو دبا کر ٹھیک کریں جو نیچے والے ہیں اوپر والوں کو ادب سے ٹھیک کریں، جب یہ دونوں صحیح چلیں گے تو سماج پورا ٹھیک ہو جائے گا۔

لیکن ہوتا بعض دفعہ یہ ہے کہ باپ کہہ رہا ہے اچھی بات لیکن غلط طریقہ سے کہہ رہا ہے، بیٹا کہہ رہا ہے اچھی بات غلط طریقہ سے کہہ رہا ہے، معاملہ خراب ہو جائے گا، اب ان دونوں باتوں کو سمجھ کر سماج کو سدھار کی طرف لانا ہوگا، پہلے اپنے کو سدھاریں، پھر اس سدھار کو آگے بڑھائیں سماج کو سدھاریں، پھر پورے شہر کو سدھاریں، پھر اپنے صوبہ کو سدھاریں، پھر ملک کو سدھاریں، پھر پورے سنسار کو

سدھاریں، اس طرح سدھار کے یونٹ بن جائیں گے، ایک سدھار ادھر ہو رہا ہے ایک ادھر ہو رہا ہے، وہ ادھر سے بڑھتے جا رہے ہیں، یہ دیکھا ہوگا جب سیلاب آتا ہے تو جو نشیب کے علاقے ہیں وہ ان میں ٹیلے رہ جاتے ہیں، پھر وہ نشیب کے علاقے ایک دوسرے سے جا ملتے ہیں، پھر پانی اوپر ہوتا جاتا ہے، یہاں تک کہ پورا پانی ہی پانی ہو جاتا ہے، کوئی نشیب و فراز نہیں رہتا، پانی ہی پانی، ایسے ہی سدھار ہوتا ہے، پہلے آپ اس کے نشیب میں جائیں، اور اس میں پانی بھرتا جائے، اس کو ٹھیک کرتے چلے جائیں، اور پھر وہ سارے حلقے مل جاتے ہیں، تو پورا سدھار ممکن ہے، اور اگر ایسا نہیں کیا ہم نے، اور ادھر ادھر رہا تو ظاہر ہے پھر سدھار نہیں ہوتا ہے اسی لیے ترکیب یہی ہے کہ پہلے اپنے کو سدھارو، پھر اپنے گھر والوں کو سدھارو، پھر محلہ والوں کو سدھارو، پھر اور آگے جاؤ، اسی طرح بڑھتا چلا جائے گا۔

آپ جہاں بھی ہیں وہاں آپ کی ذمہ داری ہے

لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہاں اگر سڑک پر پتھر پڑا ہوا ہے اس کو تو ہم ہٹا دیں گے لیکن اگر وہاں پر پتھر پڑا ہوا ہے، وہاں نہیں ہٹائیں گے، ایسا نہیں ہے، اس لیے کہ اس کو بھی ہٹا سکتے ہیں، تو ہٹا دیجئے، اس لیے کہ اس سے انسان کی راحت وابستہ ہے، اگر کوئی انسان اس سے ٹکرا جائے تو وہاں بھی گرے اور یہاں بھی گرے گا، چوٹ یہاں کے انسان کو بھی لگے گی اور وہاں کے انسان کو بھی لگے گی، دونوں جگہ آپ کو ٹھیک کرنا ہے، وہاں جب آپ پہنچ گئے ہیں تو وہاں بھی ٹھیک کیجئے ایسا نہیں ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ مولوی صاحب نے کہا تھا پہلے اپنے گھر میں کرنا، تو اپنے گھر کے روڑے کو ہٹائیں گے ہم، اگر آپ کے گھر میں ہیں تو نہیں ہٹائیں گے، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ یہاں سے آگے کہیں کا نہ ہٹایئے، وہاں سے بھی ہٹانا ہے اگر وہاں جائیں گے تو وہاں کا ہٹائیں گے۔

ہم بہتر کب ہوں گے؟

میرے بھائیو اور دوستو! ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم لوگ اس کام میں لگیں، ہر شخص اپنی ذمہ داری سمجھے اسی میں ہماری افضلیت پنہاں ہے، یہ کہا گیا ہے ہم افضل ہیں، ﴿خیر أمة﴾ یہ جو کہا گیا ہے آپ بہتر ہیں انسان ہونے کے ناطے سے بہتر کا ہے کے لیے ہیں؟ کہ جب آپ بھلائی کا حکم دیں اچھے کاموں کا حکم دیں، تب آپ بہتر ہیں، ورنہ آپ یہ نہ کریں اور نہ برائیوں سے روکیں تو کیسے ہو جائیں گے اچھے؟ تو جب اوپر والے نے ان کو اچھا بنایا ہے اسی ترتیب سے چلنا ہوگا اور اچھا بننے کی جتنی شکلیں ہیں ان کو اختیار کرنا پڑے گا، یعنی جب ہم کو اللہ نے عزت والا بنا دیا۔

عزت، جان، مال کی حفاظت ہر انسان پر لازم ہے

ایسا کوئی کام نہیں کرنا چاہیے جس سے آدمی بے عزت ہو، اس لیے ہر شخص کو اللہ نے مال کے اعتبار سے جان کے اعتبار سے عزت کے اعتبار سے اعلیٰ بنایا ہے اور سمجھ کے اعتبار سے اعلیٰ بنایا ہے، یہ پانچ چیزیں ہیں ان کے اعتبار سے اوپر والے نے سب کو بہت اعلیٰ بنایا ہے، جان کے اعتبار سے تو نہ کسی کو مارے نہ اپنے کو مارے، ناجائز ہے، اسی لیے خودکشی ناجائز ہے، اور یہ کہا جائے کوئی خود سے اپنے کو مارنا چاہے تو اوپر والے نے کہا تم خود اپنے نہیں ہو اپنے کو مارو گے کیا؟ اگر ہم اجازت دیں تو مار سکتے ہو ہم اجازت نہیں دیں گے کہاں سے مارو گے، تو اس لیے جائز ہی نہیں ہے، نہ آپ دوسرے کو ماریں۔ اسی طرح نہ کسی اور کی عزت لیں، نہ اپنی عزت گنوائیں، دونوں باتیں ہیں، لوگ یہ تو کہتے ہیں ان کی عزت نہ لو، لیکن کیا اپنی عزت گنوا دیں، ایسا نہیں ہے، اسی لیے اپنے کو بھی برا بھلا نہ کہو یہ حلم ہے، کہ اپنے کو کوسو نہیں، اپنے کو گالی نہ دو، اپنے کو لعنت نہ کرو، اپنے کو یہ بددعا نہ دو، اور ایسی جگہ پر نہ جاؤ جس سے لوگوں کو شبہ پڑے، منع کیا گیا ہے، آپ غلط جگہوں پر جائیں گے تو آپ بدنام ہوں گے ایسے

آدمیوں کے ساتھ رہیں گے تو آپ بدنام ہوں گے ہاں اگر سمجھانے کے لیے جائیں تو بات الگ ہے لیکن اگر آپ دوستیاں کریں گے غلط آدمیوں سے، تو آپ بدنام ہوں گے منع کیا گیا ہے اسی لیے کوئی کام ایسا نہ کریں ایسے پاگل کہ دوسروں کے سامنے ننگے ہوجائیں، بے عزت ہوگئے، کہ نہیں ہوگئے؟ اسی لیے منع کیا گیا ہے کہ تنہا نہ برہنہ ہو نا نہ کسی کے سامنے ہونا، کیونکہ آدمی کی عزت چلی جاتی ہے، ایسا کوئی کام نہ کریں، جس سے اپنی بھی عزت جائے، دوسروں کی بھی عزت جائے، اسی طرح عزت کا معاملہ ہے اسی طرح جان کا معاملہ ہے، اور مال کا معاملہ ہے۔

مال میں بھی یہی ہے، یعنی دوسرے کا مال بھی نہیں لے سکتے، ہڑپ نہیں کرسکتے، رشوت نہیں لے سکتے، سود نہیں لے سکتے، کسی کی زمین دبا نہیں سکتے، اور قرض کے نام سے لے کر نہ دینے کی نیت کرنا یہ بھی ناجائز ہے، یہ ساری شکلیں ناجائز تو جس طرح دوسرے کا مال آپ نہیں لے سکتے، یعنی نہ ناجائز اور نہ جائز، اسی طرح اپنا مال بھی غلط طریقہ سے نہیں لے سکتے، اسی طرح کے دھندے ہیں، دھندا غلط کرنا جس سے مال آجائے یہ بھی ناجائز، اور جب مال آگیا اور غلط جگہ دینا یہ بھی غلط، جس طرح عزت اپنی ہے ویسے ہی مال اس وقت اپنا ہوگا جب صحیح خرچ کریں جو آپ کھالیں گے یہ آپ کا ہے جو کھایا نہیں وہ آپ کا نہیں، جو آپ نے پہن لیا وہ آپ کا ہے، اور یا پھر آپ نے کسی غریب کی مدد کردی، تو وہ آپ نے جمع کردیا، بینک میں، بینک میں جمع ہوگیا وہ، اسی لیے جو آپ نے اچھے کام میں لگادیا تو وہ رکھا ہے اس میں بھی یہ ہے کہ راستہ پاکیزہ ہونا چاہیے اس میں بھی اپنا بھی اور دوسروں کا نسب کا خیال رکھا جائے، اس لیے ہر وہ کام جس سے سب مشکوک ہوجائیں وہ نہیں کرنا ہے، تو آرام ہوجائے گا، یعنی بے پردگی اسی لیے حرام ہے، بے پردہ نہیں ہونا چاہیے، اور دوسروں کی بہو بیٹیوں کو نہیں دیکھنا چاہیے، اور نہ اپنی بیوی کو آزاد کرنا چاہیے، کہ لوگ اس کو بری نگاہ سے دیکھیں۔

لوگوں کے پریشانی کی وجہ

اوراسی طرح اورغلط کام جواس سلسلہ کے ہیں وہ نہیں کرنا چاہیے منع کردیا گیا کیونکہ اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ کیا ہے؟ اگر معاملہ خراب ہوگیا سماج بگڑ گیا تو جیسے یورپ میں بگڑتا چلا جارہا ہے، وہاں پتہ ہی نہیں رہتا کون کس کا باپ ہے؟ کون کس کا بیٹا ہے؟ ختم ہوگیا سماج وہاں کا، بالکل Currept ہوگیا، یورپ کا سماج بگڑتا چلا جارہا ہے، یہاں تک کہ روز خبریں آتی ہیں، بن بیاہی ماؤں کی، یعنی وہ عورتیں جن کی شادی نہیں ہوئی ہے ابھی فرانس کے صدر کا بیان آیا تھا کہ مجھے بھی پتہ نہیں کہ میرا ابا کون ہے؟ بلا وجہ لوگ پریشان رہتے ہیں، ادھر ادھر یعنی وہ تو اتنے آگے بڑھ چکے ہیں اتنے گندے ہوچکے ہیں، ان کا سماج اتنا گیا گزرا ہے، تو ایسے میں ہوتا یہ ہے کہ امریکہ میں جو فوج ہے کہتے ہیں کہ فوجی افسر وہی ہیں جن کے باپ کا پتہ نہیں، وہ فوج میں ڈال دیئے جاتے ہیں، کیونکہ نہ ان سے کوئی محبت کرنے والا نہ وہ کسی سے محبت کرنے والے تو جاؤ فوج میں مرو، اگر مر گئے تو کوئی رونے والا نہیں، زخمی ہوگئے تو کوئی پوچھنے والا نہیں ، وہ حکومت کے رحم وکرم پر ہیں، اوراس کے پیسے پر پل رہے ہیں، تو ایسے لوگوں کو وہاں گویا کہ جنم دیا جارہا ہے تاکہ ایسے لوگ بن جائیں تو ان کو فوج میں بھرتی کرو، تاکہ ان کے اندر کچھ رہے ہی نہیں، ابا کا کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے، تو محبت کہاں ہوئی؟ اور جو بچے بغیر باپ کے ہوتے ہیں، تو ماں کو بھی محبت نہیں ہوتی کیونکہ اللہ کے نظام کے خلاف ہوگیا، تو یہی ہوگا، اسی طرح اللہ میاں نے عقل سب کو دی ہے، تو اب کوئی کام نہ کرنا چاہے جس سے عقل ماری جائے، منع کیا ہے، باقاعدہ یہ شراب جو منع ہے، اس سے انسان کا دماغ قابو میں نہیں رہتا، تو پھر نہ گھر ہے، نہ در ہے، کچھ بھی نہیں ہے، جو لوگ پی کر آتے ہیں، ان کے حالات پوچھئے گھر کے جاکر کیا حالت ہے؟ نہ اپنی بیوی کو بیوی سمجھتے ہیں، نہ بہن کو بہن سمجھتے ہیں، نہ باپ کو باپ سمجھتے ہیں، اور کیسی کیسی حرکتیں کرتے ہیں، اس لیے ہر ایسی چیز جس سے دماغ چلا جائے منع کیا گیا ہے۔

کسی کی توہین انسانیت کے خلاف ہے

اسی لیے ٹارچر کرنے سے اور دوسرے کو غلط القاب سے پکارنے سے جس سے دماغ پر اثر پڑے، سب سے منع کیا گیا ہے، تا کہ اس پر کوئی اثر نہ پڑے، ورنہ یہ ہوتا ہے کہ بعض دفعہ چڑھانے لگتے ہیں، کسی کو کوئی لفظ پکارنے لگے آدمی چڑھنے لگتا ہے، بہت قصے ہیں اس میں، بنیا کی دکان پر گئے کہا لالا جی ہینگ ہے کہا ہینگ نہیں ہوتی ہمارے یہاں، پھر ایک لڑکے کو بھیجا کچھ دیر کے بعد کہا جاؤ پوچھو لالا سے ہینگ ہے، اس نے کہا جا کر لالا جی ہینگ ہے؟ کہا جاؤ بھاگو کہہ دیا ہینگ نہیں ہے، اسی طرح لڑکوں نے چار پانچ مرتبہ کیا بس اس نے گھما اٹھایا اور اس کے پیچھے دوڑا کہ دماغ چل گیا ہے، ہینگ ہینگ، اب جب وہ گھما لے کر دوڑا تو سارے لڑکے سمجھے کہ چڑھتا ہے، سب نے کہنا شروع کر دیا، او ہینگ او ہینگ..... ہو گیا قصہ ختم، تو اس طراح پاگل بنا دیا دماغ اس کا جو ہے قابو میں نہیں رہا، تو ایسے کسی کام سے منع کیا گیا ہے کیونکہ انسان کو افضل بنایا ہے تو کسی انسان کے ساتھ بھی ایسا سلوک نہیں کرنا چاہیے جس سے اس کے دماغ پر اثر پڑے، آج کل باقاعدہ یہ موضوع ہے اس وقت دنیا کا، کہ اس کو ٹارچر کرو دماغی اعتبار سے ایسی باتیں کرو اس کا دماغ چل جائے، یہ منع ہے، یہ انسانیت کے خلاف ہے۔

اگر غور نہیں کیا تو ملک کو لیڈر کاٹ ڈالیں گے

یہ چیزیں ایسی ہیں جو میں نے عرض کیں یہ سماج کو بہتر بنانے اور اوپر اٹھانے کے لیے اور پھر ملک کو صحیح رخ پر چلانے کے لیے ہیں، ورنہ ملک کا نظام آپ دیکھ لیجئے ساری خرابیاں ہمارے ملک میں آ گئی ہیں، رشوت ہے، اور غریبوں پر ظلم ہے، عورتوں کی ہتھیا ہے، اور اس کے علاوہ پیسے کا جو گھپلہ ہے، تو اس کو تو بیان کرنا ہی بے کار ہے، یعنی وہ تو اتنا بڑا گھپلہ ہے، کہ گھپلہ کا گھپلہ ہے، تو معلوم ہونا چاہیے کہ سارے کے سارے

لوگ بس پورے ملک کو لوٹنے میں لگے ہوئے ہیں، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ خاص طور سے جتنے ممالک کے رہنماء ہوتے ہیں لیڈران قوم ہیں وہ اس کے ہیں، کتنا کون جمع کرتا ہے؟ اور سب کھا رہے ہیں، پورے ملک کو، اور جیسے جو چاہتا ہے کاٹتا ہے، بورے جو ہوتے ہیں گیہوں کے تو چاروں طرف چوہے لگ جائیں تو کیا ہوگا حال پورے کا؟ تو ایسے ہی ہمارے ملک کو چوہے لگ گئے ہیں (لیڈران) اور وہ سب اندر سے کھا رہے ہیں، اور جمع کرر ہے ہیں، پوری طرح سے اس کام میں لگے ہوئے ہیں، تو ظاہر ہے کہ جب سارے چوہے لگ جائیں گے تو ہوگا کیا؟ بورا بھی کٹ جائے گا، یعنی گیہوں تو جائے گا ہی جائے گا، بورا بھی چلا جائے گا، تو اگر اس کو نہ روکا گیا اور چوہوں کی دوا نہ رکھی گئی تو پھر کیا ہوگا انجام؟ اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اس کو سمجھیں اور یہ ہماری اور آپ کی ذمہ داری زیادہ ہے، جن کو پورا نظام بتایا گیا ہے، نظام دیا گیا ہے، سمجھایا گیا ہے، ذمہ داری دی گئی ہے اور اس ذمہ داری کو نبھانے کا آرڈر دیا گیا ہے، اور اس کو پوری دنیا میں عام کرنے کا حکم دیا گیا ہے ملک کو بچانے کے لیے خاص طور پر کہا گیا ہے، کہ اس ملک میں آپ رہتے ہیں اس ملک کی آپ قدر کیجئے اس کی رکچھا کیجئے، اور اس کو آگے بڑھایئے ایسا نہ ہو کہ ہمارا ملک کھوکھلا ہو جائے، کسی کام کا نہ رہے، کیونکہ ہم بھی تو اسی کے رہنے والے ہیں اگر بے کار ہوگا تو ہم بھی بے کار ہو جائیں گے، جب با کار ہوگا تو ہم بھی با کار ہوں گے، یعنی کام کا ملک ہوگا تو ہم بھی کام کے ہوں گے، بے کار ملک ہوگا تو ہم بھی بے کار کے ہو جائیں گے، اسی لیے ہمارے ملک کو کارآمد ہونا چاہیے، مفید ہونا چاہیے، نفع والا ہونا چاہیے، تو اس کے مطابق جب ہم کام کریں گے تو پھر ظاہر ہے کہ پھر ترقی بھی ہوگی، اور فائدہ ہوگا۔

بس میرے بھائیو اور دوستو! ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں اور اس کو نبھانے کی ہم کوشش کریں، اللہ تعالیٰ ہم سب کی صحیح رہنمائی فرمائے، اور صحیح سمت چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اصلی نوجوان کون ہے؟

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونستهدیہ ونسترشدہ فمن یهدیہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا هادی لہ ، ونشهد أن لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ونشهد أن سیدنا ونبینا وشفیعنا وحبیبنا وقرۃ عیوننا ومولانا محمدا عبدہ ورسولہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وأصحابہ وأزواجہ وذریاتہ وأهل بیتہ وبارک وسلم تسلیما کثیرا ،أمابعد!

میرے دوستو اور دینی بھائیو اور اس مرحوم اور ضعیف وناتواں اور بوڑھی امت کے نوجوانوں!

یہ بات بار بار کہی جاتی ہے، پوری دنیا میں جب کوئی بڑا تقریر کرتا ہے تو کہتا ہے نوجوانوں کو خطاب کر کے کہ فیوچر کے تم ذمہ دار ہو آئندہ جو کام بھی تم کو کرنا ہے وہ تم کو کرنا ہے علامہ شبلی نے تو جب بوڑھے ہو گئے تھے اپنے نوجوان ساتھیوں کو خطاب کرتے ہوئے کہا تھا

جواں ہو تم لب بام آگیا ہے آفتاب اپنا

بوڑھے ہو گئے تھے بالکل تو یہ بات کہی تم جواں ہو میرا آفتاب غروب ہونے والا ہے لیکن ان حضرات نے خاص پس منظر میں کہا اور وہ پس منظر کچھ زیادہ

مضبوط نہیں تھے، اس لیے کہ یہ سب دور آخر کی پیداوار ہیں تو اس کے جوان بھی بوڑھے ہیں، اور بوڑھے تو بوڑھے ہیں ہی، پوری قوم جو بوڑھی ہو چکی ہے، رائے بریلی میں میں نے عید کی نماز پڑھائی اور اس کے بعد بہت سے نوجوان اور بہت سے عمر دراز بھی آئے ہوئے تھے جو نومسلم تھے ہمارے ڈاکٹر صاحب بھی غالباً تھے اس میں، تو سب عید کے بعد میں گھیر کر بیٹھ گئے تو ہم نے کہا نوجوان آگے آجائیں بوڑھے پیچھے جائیں تو بہت سے بوڑھے جو عمر والے تھے پیچھے جانے لگے نوجوان آگے آنے لگے، اور خاص طور سے مسلمان جو نوجوان تھے بڑے خوش ہوئے، ہم نے کہا ارے تم کہاں نوجوان ہو؟ جاؤ پیچھے جاؤ، تم بوڑھے ہو، جنہوں نے کلمہ پڑھا ہے وہ نوجوان ہیں، وہ آگے آئیں، تو بیچارے ان کو یہ محسوس ہوا لیکن ہم نے محسوس کرایا، ہم نے کہا جوان وہ ہے جس کا ایمان جوان ہو، اور جوان ایمان اس کا ہوتا ہے جس کو ایمان ملتا ہے اور جو ایمان کے ساتھ آتا ہے، وہ جوان نہیں ہوتا اس لیے کہ وہ جانتا ہی نہیں کہ ایمان ہے کیا؟ گھر کی دولت ہے، گھر کی مرغی دال برابر، تو ایسے ہی ہم سب مسلمانوں کا حال یہ ہو گیا ہے کہ ہمارے گھر میں ہم کو ایمان مل گیا ہے قدر نہیں ہے، ایمان کی قدر آپ کے پاس ہے، میں ڈاکٹر صاحب سے بھی کہہ دیتا ہوں آپ لوگ واقعی کبھی سوچتے ہوں گے اور سوچ کے رو دیتے ہوں گے، کہ یہاں کہاں جا رہے تھے کہاں آگئے؟ آپ کو جو لطف آئے گا وہ شاید ہم کو نہیں آسکتا ہمارے ایک ساتھی اور ہیں عبد اللہ تیواری جی تو وقتاً فوقتاً میں کہتا رہتا ہوں کہ واقعی تمہاری خوشی سے مجھے خوشی ہوتی ہے، تم کو خوش دیکھ کر میں خوش ہوتا ہوں، جب تم کو میں سوچتا ہوں کہ آگ میں گرنے والے تھے، تو ایسے آدمی کو کتنی خوشی ہوگی مست رہے گا وہ۔

اہل اللہ جوان رہتے ہیں

میں حضرت قاری صدیق صاحب کے ساتھ جا رہا تھا ٹرین پکڑنی تھی حضرت قاری صدیق صاحب تت چلتے رہتے تھے ان کے یہاں وہ کوئی نہیں تھا عجیب

دغریب آدمی تھے وہ واقعی وہ صاحب ایمان تھے-تو بعض اللہ کے بندے ایمان والے ایسے بھی ہوتے ہیں، بیچ بیچ میں کوئی جوان آجاتا ہے، جیسے ہمارے مولانا علی میاں جوان تھے جو کبھی بوڑھے نہیں ہوئے، جو ایمان والا ہوتا ہے کبھی بوڑھا نہیں ہوتا یہ یاد رکھئے بات، ہمارے حضرت مولانا سے کسی نے پوچھا ۸۰/سال کی عمر میں، حضرت طبیعت کیسی ہے؟ کہا اوپر جوان ہے نیچے بوڑھی ہے، اور ایک بزرگ سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا اوپر جوان نیچے بوڑھا ہے، اس کو بوڑھا ہی ہونا چاہیے، اس لیے کہ ساری خرابیاں وہیں سے آرہی ہیں، تو یہ حضرات جوان ہوتے ہیں-تو قاری صدیق صاحب اور میں جارہا تھا تو وہ دوڑ کے گاڑی پر چڑھ گئے چلتی ٹرین میں اور بوڑھے تھے بالکل، تو ہم نے کہا میں تو جوان ہوں، میں بھی چڑھوں، میں چڑھا تو گرتے گرتے ذراسا بچا، ہمارے ایک ساتھی تھے جو مولانا کا تھیلا لیے ہوئے تھے وہ چڑھے تو پانی اچھل کر ڈنڈے پر آگیا، اور پھسلے، اور گاڑی چل رہی ہے، تو کسی نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا، وہ آگئے، مگر بہت دیر تک کپکپی طاری رہی، اور مجھ پر ہنسی کا دورہ پڑا، تو قاری صدیق صاحب کہنے لگے اب نہیں چڑھوں گا چلتی ٹرین پر، تو جو گرتے ہوئے بچا، جب وہ سوچتے ہیں آج بھی کہ اللہ نے کتنا بچایا اگر میں کٹ کے مرجاتا تو کیا ہوتا؟ یہ زندگی ختم ہوجاتی، بس اتنا ہی تو ہوتا، آپ لوگوں کی زندگی بھی ختم ہوجاتی، جہنم میں زندگی ہوجاتی، اللہ نے کہاں سے بچا کر کہاں پہنچادیا، اگر یہی سوچیں تو کیفیت طاری ہوجائے، میں تو صرف آپ لوگوں کو سوچ سوچ کر مزا لیتا ہوں۔

اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا؟

میرے نزدیک یہی سب سے بڑا کام ہے، اس سے بڑا کام کوئی نہیں ہوسکتا، اس لیے کہ حدیث میں آتا ہے تمہارے ذریعہ سے اللہ ہدایت دے تم ہدایت نہیں دوگے، ''میں'' نہیں ہے، آپ دل تو بدل سکتے ہیں، دِل نہیں بدل سکتے، کوئی جتنا

دَل سے، فلاں دَل میں آ گیا، آپ اس کمرے میں تھے اس کمرے میں چلے گئے یہ تو کر سکتے ہیں آپ، لیکن دل ادھر تھا ادھر آ جائے یہ بالکل نہیں ہوگا، یہ تو اوپر والا بدلتا ہے، حدیث میں آتا ہے سارے بندوں کے دل اوپر والے کے دو انگلیوں کے درمیان ہیں، جو رحمت والا ہے جدھر چاہتا ہے، پھیر دیتا ہے، تو یہ ان کی رحمت ہے، جو آپ لوگوں کے دلوں کو پھیر دیا، لیکن ظاہر ہے کہ جب آپ کو جوان بنایا گیا ہے تو جوانوں سے امیدیں کتنی وابستہ ہوتی ہیں؟ بتائیے ذرا آپ، میرے پاس تو ماشاء اللہ بہت جوان ہو گئے ہیں، اور ان کی وجہ سے میں جوان ہو گیا ہوں۔

دل کی کسک

بہت سے آپ جیسے جوان ہمارے وہاں بھی ماشاء اللہ اچھے خاصے ہو گئے ہیں، تو ان میں سے بہت سے ابھی ایسے ہیں، جنہوں نے اپنے گھر پر بتایا نہیں، اور خود ہمارے ساتھی بھی ہیں میں اب پہلی مرتبہ ان کے گھر گیا، اور ان کے گھر رہا ان کے والدین سے ملا، چچا اور چچی سے ملا، ملاقات کی، لیکن بہت سے ایسے ہیں، تو ان کو شبہ ہو گیا، گھر والوں کو، ابھی وہ جانتے تو نہیں تھے، کہ اس کو کیا دولت ملی ہے؟ تو وہ سمجھ رہے تھے کہ یہ جوان جس پر پورا گھر ہمارا ڈپینڈ کر رہا ہے، یہ کہیں مسلمان نہ ہو جائے، پتہ نہیں کیا سمجھتے ہیں لوگ مسلمان ہونے کو آپ کو تو اندازہ ہو ہی گیا ہوگا، آپ سے کہنے کی کوئی ضرورت نہیں، تو ایسے ہی وہاں بھی معاملہ ہے تو حالت یہ ہے کہ اب سب بیٹھے ہوئے ہیں ان کا نام میں نے اورنگ زیب تجویز کیا تھا، ابھیشک کا ترجمہ اورنگ زیب ہے، میں اکثر یہ کرتا ہوں جب لوگ آتے ہیں تو میں پوچھتا ہوں تمہارے معنی کیا ہیں تو اسی معنی کے اعتبار سے نام رکھتے ہیں، ابھیشک کو بہت سمجھا تو پھر اورنگ زیب سمجھ میں آیا، تو وہ بے چارہ ملنا چاہتا تھا لیکن اس نے اپنے گھر میں پوچھا کہ ایک صاحب آئے ہیں ان سے ملنا ہے وہ سمجھ گئے کہ کچھ گڑبڑ ہے تو فوراً کہا تم وہاں چلے جاؤ اپنی نانی کے

یہاں، تا کہ ہم سے ملنے نہ پائے، تو اس نے پھر وہی ذرا حکمت سے کام لیا نانی سے کہا ادھر، ان سے کہا ادھر، اور آیا میرے پاس، تو اس نے بتایا مسئلہ یہ ہے کہ گھر کیسے چلے گا؟ کہا جو مجھے بات ہے وہ یہ کہ اس وقت آپ کا گھر پہلے ایک تھا مسلمان ہونے کے بعد سارے گھر آپ کے ہو گئے، ایک بات یاد رکھئے مسلمان خود غرض نہیں ہوتا مسلمان اکیلا نہیں ہوتا مسلمان کے معنی یہ ہیں سارے انسان اس کے ہیں اور جو مسلمان ہو چکے ہیں وہ اس کے بھائی ہیں، اور سگے بھائی ہیں۔

معذور کا علاج ضروری ہے

جو مسلمان نہیں ہوئے ہیں، وہ روٹھے ہوئے بھائی ہیں، منانے کی ضرورت ہے ان کو، بھٹکے ہوئے ہیں، صحیح راہ پر لانے کی ضرورت ہے، اور ان سے زیادہ محبت کی ضرورت ہے، کیوں؟ اس لیے کہ ماں کو اور باپ کو اپنے ان بیٹوں سے زیادہ محبت ہوتی ہے جو ذرا اپاہج ہوتے ہیں، ہمارے یہاں ندوہ میں شیخ الحدیث والتفسیر تھے مولانا اویس صاحب، ان کے چار لڑکے ہیں، ایک لڑکا پروفیسر ایک لڑکا بے چارہ دماغی اعتبار سے پریشان تھا تو مولانا کو پوری زندگی فکر رہی کہ اس کا کیا ہوگا میرے بعد؟ تو سب سے کہا کرتے تھے ذرا اس کو دیکھ لینا، اس کو دیکھ لینا، تو جو مسلمان ہیں وہ تو پروفیسر ہیں، کوئی ڈاکٹر ہے، اب یہ الگ بات ہے کہ پروفیسری سے استعفی دے دے، نالائقی کیوجہ سے، وہ ان کا کام ہے، کہ آپ کو پیشکش تو کی گئی تھی، آپ ڈاکٹر نہیں بنے، تو میں کیا کروں، لیکن جو غیر مسلم ہیں وہ معذور ہیں، اور معذور کے علاج کی ضرورت ہے، اور ماں کو زیادہ ممتا اس پر آتی ہے، کہ اس کا علاج کراؤ، اور لا علاج مرض نہیں ہے، علاج ہوتے ہی وہ سب سے آگے بڑھ جائے گا، اس لیے کہ یہ وہ مرض نہیں ہے کہ پریشانی ہو، یہ تو ذرا سا ایک انجکشن دیا گیا اچھل جائے گا، کہ ہوا کیا، سو رہا تھا کروٹ لئے، ایک دم سے کھڑا ہو گیا، جیسے کہ نظر آ رہا ہے، تو اس میں آپ

کی ذمہ داری اب بڑھ گئی کہ اب تنہا آپ کے گھر کی فکر نہیں ہے، سب کی فکر ہے۔

دل کا اے، سی چلنے لگا

اس کا ایک لطیفہ پیش آیا، ہمارے ساتھ ایک صاحب ہیں جنہوں نے سعودیہ عرب میں اسلام قبول کیا، تو ان سے میں نے پوچھا، آپ نے اسلام کیسے قبول کیا؟ تو انہوں نے عجیب لطیفہ سنایا، کہنے لگے میں بہت اچھا میکانک ہوں A.C. کا، بہت شاندار بناتا ہوں، تو میرا اپوائنمنٹ ہوگیا سعودی عرب میں وہاں گیا میں تو وہاں بادشاہ کا ایک محل بن رہا تھا جو حدود حرم ہیں اس کے اندر وہ تعمیر ہورہا تھا وہ جگہ جہاں غیر مسلم نہیں جاسکتے تو کہنے لگے A.C. میں اچھا بناتا ہوں، وہاں بادشاہ تک بات گئی کہ وہ بناتا تو ہے A.C. بہت اچھا لیکن مسلم نہیں ہے کافر ہے، تو کہنے لگے پھر انہوں نے پتہ نہیں کیا بات کی، مجھ سے کہا کہ اگر تم کو پیچھے سے لے جایا جائے گا اپنے گھر میں اور جاکر وہاں کام کرو، نکلنا نہیں، گھر سے، اور اندر رہنا اور کام جب مکمل ہوجائے، تم کو باہر لے جاکر باہر چھوڑ دیں گے۔

تو کہنے لگے میں نے ذرا چار دن کام کیا، ایک دن رات کو میرا جی چاہا کہ یہ کیوں روکتے ہیں؟ تو میں چپکے سے نکل کر حرم پہنچ گیا، مسجد نبوی میں، کہنے لگے وہاں جاکر میں دیوانہ ہوگیا، وہاں کی رونق اور وہاں کی کیفیت دیکھ کر، میں نے کہا جلدی کلمہ پڑھاؤ، ابھی فوراً، تو مسلمان ہوگئے، پھر اس کے بعد انہوں نے کہا کہ میں گیا عمرہ کرنے، تو وہاں طواف میں نے کیا تو چاہا کعبہ کے اندر بھی جاؤں، وہاں شنکر بھگوان ذرا دیکھ لیں جاکر ان کو، تو کہنے لگے کعبہ کا دروازہ کھلا ہوا تھا تو وہاں ایسا ہوتا ہے کہ بھیڑ سے نکلنا مشکل ہوتا ہے، تو میں نے سیڑھی پر چڑھنا چاہا، تو دھکا پولس والوں نے دیا، تو بولے جب میں دوسرا راؤنڈ لے کر آیا، تو میں نے پولس والے سے کہا تھوڑی سی عربی مجھے آگئی تھی انا مسلم جدید، میں نیا مسلمان ہوں، تو پولس والے نے گلے

لگالیا، اچھا جاؤ اوپر جاؤ، وہاں وہ بیٹھے ہوئے تھے جن کے ہاتھ میں کعبہ کی چابی تھی۔ یہ شاید آپ لوگوں کو بھی نہ معلوم ہو، کہ جس خاندان میں چابی ہے اس کی، وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے پہلے انہی کے خاندان میں آج تک ہے، اور اس کا عجیب واقعہ ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دعوت کا کام شروع کیا، تو ایک مرتبہ انہی سے جا کر چابی مانگی تھی کعبہ کی، تو انہوں نے چابی دینے سے انکار کر دیا تھا، تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا عثمان نام تھا، وہ کیسا وقت ہوگا جب چابی میرے ہاتھ میں ہوگی، اور جس کو میں چاہوں گا دوں گا؟ تو انہوں نے کہا نہیں، بہت برا وقت ہوگا، جب آپ کے ہاتھ میں چابی آجائے گی، بات آئی گئی ہوگئی، پھر فتح مکہ کے بعد آپ کے ہاتھ میں آگئی چابی، اور آپ کعبہ کے دروازہ پر کھڑے تھے اور آپ نے فرمایا عثمان کو بلایا جائے اسلام قبول کر لیا، اور کہا کہ اب اس وقت میں جس کو چاہوں چابی دوں، میرے ہاتھ میں ہے، لیکن اسلام جو ہے وہ احسان سکھاتا ہے، یہ چابی میں تم کو دیتا ہوں اور اب قیامت تک تمہارے ہی خاندان میں رہے گی تو آج تک اسی خاندان میں وہ چابی ہے، اور وہی کھولتے ہیں کعبہ کا دروازہ۔ تو کہنے لگے وہ بیٹھے ہوئے تھے گیٹ پر دروازہ کھول کر میں گیا اور میں نے جا کر کہا کہ میں اندر جانا چاہتا ہوں، اور میں مسلمان ہوا ہوں، تو انہوں نے کہا جاؤ جاؤ، میں گیا پہلے تو شنکر جی کو ڈھونڈا تو ظاہر ہے کہ یہ سب بے کار کی باتیں ہیں، اڑا رکھا ہے، پتہ نہیں کیا کیا؟ کہنے لگے وہ سب تو کچھ نہیں، میں نے وہاں جا کر نماز پڑھی، دو رکعت، اور اپنے خاندان کے لیے دعا کی اور جیسے ہی دعا کر کے نکلا سب کو ایک ایک کو خط بھیجا، پورا خاندان مسلمان ہوگیا، ہم نے کہا آپ سے برا کوئی نہیں ہوگا ایک دم سناٹے میں آگئے، جیسے آپ بھی ہوگئے، ہم نے کہا پورے ہندوستان کے لیے دعا کرنی چاہیے تھی قبولیت کا وقت تھا سب کا ہو جاتا کام، تو کہنے لگے مجھے سمجھانا ہی نہیں پڑھا، جب نکلا اندر سے تو سب نے قبول کر لیا اسلام، تو یہ ہے اللہ تعالیٰ جس کو ہدایت عطا فرماتا ہے، اللہ اس کو

دے دیتا ہے، بہر حال وہ وہاں سے پہنچ گئے، جس کو جس طرح قسمت سے مل جائے۔

اندر سے کڑھن ہونی چاہیے

تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو دولت ایمان عطا فرمائی ہے اس کے بہت سے تقاضے ہیں تو آپ کی ذمہ داری بڑھ کر ہے کہ آپ ایک ایک تک یہ بات پہنچائیں، اور آپ کے ساتھ جو ہم لوگ ہیں کمزور وناتواں وہ بھی لگے رہیں، کہ اس کو لے کر چلنا ہے، تو کیونکہ یہ چیز جو ہے ہمارے یہاں ایک تو اللہ تعالیٰ نے مجھے بچپن سے اس کا شوق رکھا، کہ میں چاہتا تھا کہ کسی نو مسلم کو دیکھوں، تو ۲۵-۳۰ رسال گزر گئے کوئی نظر ہی نہیں آتا تھا، بہت اللہ سے دعا کی، بلکہ ایک دفعہ میں پھنس گیا ہریدوار میں، اب کیا معاملہ تھا وہ مجھے جانا تھا علی گڑھ سے دھرہ دون، تو بس نہیں مل رہی تھی، ایک ہردیوار کی بس ملی، اس نے ہریدوار میں چھوڑ دیا، اور میلے کا زمانہ تھا، بڑے بڑے ٹینٹ لگے ہوئے تھے، بڑے بڑے سادھو پڑے ہوئے تھے، اتفاق سے دو وقت کی نماز میں نے وہاں جماعت کے ساتھ دو اور آدمی تھے پڑھی، اور وہاں بس نہیں مل رہی تھی تو بے بس تھا وہاں، مگر ہندوؤں کی حالت دیکھ کر اتنا اثر پڑا آنسو نکل آتے ہیں، ان کو دیکھ کر، میرے آنسو آگئے، کہ اتنی محنت کر رہے ہیں ملے گا کچھ نہیں، تو میں نے وہیں کھڑے ہو کر دعا کی، اے اللہ ان سب کو ہدایت عطا فرما، اور دعا برابر کرتا بھی رہتا ہوں، کہ اے اللہ ان کو ہدایت عطا فرما، اور ہم کو ذریعہ ہدایت بنا دیجئے، دونوں باتیں ہیں، ذریعۂ سعادت وہدایت باقاعدہ برابر ہر دعا میں کہتا رہتا ہوں تو اب یہ نہیں، اپنی قسمت پر خوش ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے وہ دن دکھائے کہ آج ایک نہیں ایک بڑی تعداد میں لوگ وہاں بھی ہیں یہاں بھی نظر آرہے ہیں، بنگلور گیا، تو وہاں ماشاء اللہ پندرہ پندرہ کے دو تین گروپ آئے ملنے، اور اچھا خاصا بہت بڑا کام ہے ان کا بھی، اور ادھر بھوپال سے آگے ہمارے مخدوم صاحب ہیں بالکل

معمولی سے، پڑھے لکھے نہیں ہیں، ہمارے ڈاکٹر صاحب جانتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ سے ہزاروں آدمیوں کو نواز دیا، تالا کنجی بناتے تھے تو تالا کھولتے کھولتے دلوں کا تالا کھولنے لگے، اور اصل میں بات یہ ہے کہ کلمہ پڑھا دینا ہندوستان میں کوئی مشکل کام نہیں ہے۔

اصل تو یہ ہے کہ خالص ہو جائے

تھوڑا بہت سمجھا کر کلمہ پڑھا دیا اور اس کے بعد پوجا بھی کر رہا ہے، کلمہ بھی پڑھ رہا ہے دودھ بھی ہے اور پیشاب بھی ملا دیا، اس میں ایسے دودھ سے کیا فائدہ بھائی؟ خالص ہونا چاہیے، جیسے ابھی ایک صاحب نے کہا نا، خالص، اور اللہ تعالیٰ ملاوٹ والا پسند نہیں کرتے، اسی لیے قرآن شریف میں آیا ہے ﴿أَلَا لِلَّهِ الدِّيْنُ الْخَالِص﴾ (الزمر:۳) دین جو اللہ کو پسند ہے جو قبول ہوگا وہ بغیر ملاوٹ کا، اور دین ہمیشہ ایک رہا ہے، یہ سب غلط فہمی ہے، کہ لوگ سمجھتے ہیں یہ بھی دھرم وہ بھی دھرم، یعنی سچ اور جھوٹ، تو آپ سچ اختیار کریں گے جھوٹ نہیں کریں گے، تو جو اختیار کیا جائے وہی دھرم ہے، تو جو سچی چیز ہوگی، وہ دھرم ہے، اور اسلام سچا ہے، ساری کتابیں جو آسمان سے آئی ہیں، وہ تھیں قرآن ہے، یہ فرق ہے بس، اب قرآن کو اور اسلام کو سامنے رکھ کر سارے دھرم کو دیکھ لیں دھرم کو سماپت نہیں کرنا ہے، دھرم کو ٹھیک کرنا ہے، جیسے کوئی راستہ بھٹک جائے تو اس کو وہاں سے ہٹا کر صحیح راستہ پر لگا دیجئے بس اتنی سی بات ہے، کوئی جھوٹ بول رہا ہے غلط فہمی کا شکار ہو گیا ہے کسی نے اس سے جھوٹ بتا دیا ہے تو آپ اس کو بھی اتنا صحیح کر دیجئے، جانتا نہیں۔

غلط فہمی رہی تو کیا ہوگا؟

ہمارے سوامی صاحب نے تقریر میں ایک دن کہا کہنے لگے میرے بغل میں یہ بیٹھے ہوئے ہیں ایک صاحب آئیں مجھ سے کہیں Thank you، تو وہ بغل والا

کہنے لگے سوامی! صاحب گالی دے گیا، تو کہنے لگے میرے اوپر کیا اثر پڑے گا؟ میں انگریزی جانتا نہیں اس نے Thank you کہا میں سمجھا گالی دے رہا ہے، اب میں لال پیلا ہو رہا ہوں، اور اگر اس سے بڑھ جاؤں تو وہ کہے گا ارے میں نے تو Thank you ان کو کہا اور یہ مجھے ادھر ادھر سنا رہے ہیں، الٹی سیدھی باتیں، اور اس میں کیا ہے کہ تیسرے آدمی کی ضرورت ہے، وہ کہے بھائی اس نے کہا تھا Thank you گالی نہیں دی ہے۔ بس دھرم کا مسئلہ بھی ایسے ہی ہے، ایسے ہی ہماری بہت سی چیزیں الٹی سیدھی بتا دیں لوگوں نے، اور آپ نے سوچا نہیں، تیسرے سے تھوڑی دیر سن لو، پوچھئے جو سچا ہو، کہ انہوں نے کیا پٹی پڑھائی، کہ ایسا کرلو ویسا کرلو، یہ ہے کہیں لکھا ہوا؟ کہیں ہے تمہاری کتاب میں؟ تو کیا کریں گے یا عقل میں آنے والی بات ہے؟ تو بس وہی کہیں گے کہ پر میرا جل رہا ہے، ارے پر جلنے سے کہیں ایسا ہوتا ہے گھر بھی جو ہوتا ہے یہ اگر سب کی عمر ہوتی ہے ۲۰ سال ۳۰ سال ۴۰ سال کے بعد ٹوٹنے لگے گا یہ، تو اگر آپ نے اس کو ٹھیک نہ کیا، تو پھر اسی کے نیچے دب کر مر جائیں گے۔ دھرم کا بھی معاملہ یہی ہے، اگر اس کو ٹھیک نہ کیا جائے تو اس کے بھی نیچے دب کر لوگ جہنم میں پہنچ جائیں گے، اس کو بھی ٹھیک کرنا پڑتا ہے۔

قرآن مہیمن علی الکتب ہے

اسی لیے رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا اور کتابیں تو ہم نے ان لوگوں کے سپرد کر دیں، کہ حفاظت کرو، قرآن کے بارے میں اللہ نے فرمایا کہ اس کی حفاظت ہم کریں گے اس لیے کہ سب کو دیکھ لیا، کوئی حفاظت کر ہی نہیں پایا، آپ بائبل میں دیکھ لیجئے بدل کر رکھ دیا سینکڑوں ایڈیشن ہر ایڈیشن میں اور وید کا اٹھا کر دیکھ لیجئے بہت کچھ اس میں باقی ہے، اس لیے ہے کہ سمجھتے نہیں تھے باقی اس لیے رہ گیا، کہ سمجھتے نہیں تھے، اور رٹتے رہے رٹتے رہے، اور اس کو باقی رکھتے رہے، اب دیکھا تو اس

میں تو بہت کچھ لکھا ہوا ہے تو اب جو گیتا پریس میں چھپ رہی ہے اس میں ہٹا رہے ہیں، یہ انہوں نے کام شروع کر دیا، اب پرانے ایڈیشن جو ہیں، اس میں زیادہ صحیح ہے، جو نئے ایڈیشن آ رہے ہیں تو کچھ پاتے نہیں، تو اللہ نے اسی لیے کہا اس کو مھیمن علی الکتاب، یعنی جو پرانی کتابیں ہیں، ان سب کو اگر "ٹیلی" کر کے دیکھنا ہے تو قرآن کو سامنے رکھو اب اس میں دیکھ لو، اور اگر اس کے مطابق ہے تو صحیح ہے اور اس کے مطابق نہیں ہے، تو تمہارا ہے، تم نے اس میں گڑ بڑ کر دیا ہے، اور یہ کاہے کا ہے سے ہوگی؟ ایک تو لکھا جو ہے صحیح اس میں لکھا ہے اور وہی صحیح اس میں لکھا ہے اور دوسرے یہ کہ عقل اس کو صحیح کہہ رہی ہے؟ یہ کئی طرح سے ہوگا تو ایسا نہیں ہے، اسی وجہ سے بعض عیسائیوں سے جب بات ہوئی تو ان کا عقیدہ تو بہت عجیب وغریب ہے کہتے ہیں کہ خدا جو ہے وہ تین ہیں، اور تین کیسے کریں گے؟ کہ اصلا ایک ہے، تو پھر تین کیسے ہوگئے؟ کہتے ہیں ایک سے نکلا ہے تین، اور تین سے ہوئے ایک، اور پھر کہتے ہیں ا س کا تعلق عقل سے نہیں، تو یہ کوئی بات ہوئی کہ بس مان لو، یہ تو عجیب بات کہتے ہیں، تو ایسے ہی یہ معاملہ نہیں ہے، تو اللہ تعالیٰ نے ہم کو ایسا دین دیا ہے، اور یہ آخری کاپی ہے، تو ظاہر ہے کہ جو آخری کاپی ہوتی ہے تو وہ محفوظ رکھی جاتی ہے، اس کو کہا ٹھیک سے رکھ لینا، اور اس کی وجہیں بہت سی ہیں، اور قرآن کی حفاظت کا تو انتظام ہی خیر بہت زبردست ہے، میں پھر کسی موقع سے عرض کروں گا، اس وقت تو صرف اتنی بات کرنی ہے، کہ اللہ نے آپ کو جو مقام عطا فرمایا ہے، وہ غیر معمولی ہے، اور اس کا اندازہ آپ ہی لوگوں کی باتوں سے ہوتا ہے۔

یہ شاندار ٹانک ہے

ہمارے وہاں لکھنؤ میں ایک دوست ہیں، ان کا لطیفہ ہے بڑا مزے کا، وہ بیچارے بیمار سے ہیں، اور شوگر بھی ہے، حالات ان کے اچھے نہیں تھے گھر میں، اور ان

کے اوپر قرض بہت ہوگیا تھا لاکھوں کا، اور ڈوب گیا تھا پیسہ، تو چار چار گولیاں تک کھاتے تھے نیند کی، اور پھر بھی نیند نہیں آتی تھی، ان کو ایک دوست مل گئے، انہوں نے سمجھایا بجھایا اور ہمارے پاس لے آئے، اور اس کے بعد اللہ نے ان کو ہدایت عطا فرمائی، اس کے کلمہ دو چار دن پڑھ لینے کے بعد ساری مصیبتیں چھوٹ گئیں، خراٹے لے رہے ہیں، تو ان کی بیوی کہنے لگی، کہاں سے دوا لے کر آئے ہو؟ اور بھی ان کے رشتہ داروں نے پوچھا کہ تمہارا چہرہ بدل گیا ہے بات کیا ہے؟ تو ہم نے کہا ان سے کہہ دیجئے گا کہ ایک ٹانک پیا ہے شاندار ملتا ہے آپ لوگ بھی تیار رہیے، اس ٹانک کی کچھ بات ہی الگ ہے، تو آپ اندازہ لگایئے کہ ذرا کلمہ پڑھا کہ دنیا ہی بدل گئی، اور میں نے کئی کو دیکھا ہے تو اگر آپ غور کریں کلمہ سے پہلے اور کلمہ کے بعد چہرہ ایک دم بدلتا ہے، بیٹھا ہوا آدمی اور اس کے بعد کلمہ پڑھا دیجئے دل سے پڑھے اور اس کے بعد چہرہ دیکھ لیجئے، تو کیا حالت تھی، اور کیا ہوگئی؟ ہمارے ٹھاکر صاحب تو کم سے کم پچاس آدمی لا چکے ہیں اور عجیب کیفیت ہو رہی ہے اس وقت میں ان کی، ایسی ایسی باتیں کرتے ہیں ہم سنتے ہی رہتے ہیں ٹیلی فون پر، اچھی خاصی عمر ہے کہتے ہیں بس اسی میں جینا ہے اور مرنا ہے، بقدر ضرورت مجھے روزی مل جائے، بس اور مجھے کچھ نہیں چاہیے، اور باقی پوری طرح سے اس میں لگے ہوئے ہیں، اور دو دو چار کر کے سب کو لاتے رہتے ہیں، ایک دو سال ہو گئے تقریباً، ان کا مستقل اب یہی کام ہے، دوکان پر ہی لوگوں سے بات کرتے ہیں، پکڑ کر لاتے ہیں، چلو پڑھو چل کر، تو اس طرح سے اللہ تعالیٰ نہ جانے کتنوں کو نکال کر باہر لا رہا ہے۔

ان کی حالت پر ترس کھایئے

آپ کی ذمہ داری زیادہ ہے چونکہ اس وقت دنیا کی حالت اتنی خراب ہے کہ شاید پوری انسانی تاریخ میں اتنی نہ رہی ہو، اور ہندوؤں کو دیکھ کر تو ہم کہتے ہیں، میں تو کہتا رہتا ہوں، اپنے قریبوں سے کہ یہ زندہ کیسے ہیں؟ بے چارے ہمارے ہندو جو ہیں ان کے گھروں کو دیکھو یہ زندہ کیسے ہیں؟ ان کا کوئی اصول نہیں کوئی ضابطہ

نہیں، پیسہ، عہدہ، اس کے لیے آدمی زندہ کیسے ہیں؟ ان کا کوئی اصول ہے ہی نہیں، ان کے یہاں بس یہ ہے کہ اتنا یہ کرلو، اتنا یہ کرلو، جو کہ بہت ماننے جاننے والے ہیں، ورنہ بڑھاپے میں بے چاروں کی کیا حالت ہوتی ہے؟ نہ گھر والے مانتے ہیں، نہ کوئی اور مانتا ہے، سوائے چند خاندانوں کے ان کو چھوڑ دیجئے، بہت شریف لوگ ہیں کچھ ہندو، ان کے گھروں کو چھوڑ دیجئے، باقی اکثر کا حال اتنا برا ہے کہ قابل رحم ہے، کہ اگر ان کے پاس جایا جائے۔

اور جو بہت کم درجے کے لوگ ہیں، ان کا تو ایک قصہ ایسا سنا کہ بہت افسوس ہوا میرٹھ کا ایک قصہ ایک صاحب نے سنایا تھا کہ وہاں جاٹو کے یہاں جو مسلمان بھینسوں کا کاروبار کرتے ہیں یہ خریدنے جاتے ہیں ان کے گھروں میں، تو وہ خریدنے گئے تھے ایک جاٹ کے یہاں تو وہ جاٹ کہنے لگا اپنے باپ کو یہ ایک اور پڑا ہوا ہے یہاں جانور، تو ایک من چلا آدمی تھا اس نے کہا ارے کتنے میں بیچے اس کو، کہا ارے بھائی، سستا مدا ہو جا، اس کا باپ سن رہا تھا تو اس نے کہا کتنے میں ڈھائی ہزار میں دے گا؟ کہا لے جا، اس نے اس کے باپ کا ہاتھ پکڑا کہا چل، تو باپ نے سن لیا تھا بیٹے کو کہتے ہوئے، باپ اٹھا اور چل دیا، تو اس نے اس کو کلمہ پڑھایا مگر وہ بے چارہ بھینس والا آدمی تھا اس کو کلمہ پڑھا کر بھینس جہاں باندھی جاتی ہیں، وہیں کہیں قریب میں رکھ دیا اس کو، یہاں پنچایت ہوگئی، جاٹوں کی، کہ بدتمیز اپنے باپ کے ساتھ تو نے یہ کیا؟ تو کچھ دنوں کے بعد وہ گیا، اس نے بہت منایا منا کر لے آیا، تو ایمان آتے آتے رہ گیا، اس کے پاس سے، کلمہ تو اس نے پڑھ لیا تھا لیکن وہ بے چارہ جو ہمارا دیہاتی آدمی تھا وہ خود ہی نہیں جانتا تھا کہ کلمہ کیا ہے؟ روزہ کیا ہے نماز کیا ہے؟ بھینسوں میں رہنے والا آدمی، بس اتنا کہہ کر کے گیا چل ایک ڈنگر اور صحیح جہاں پانچ جانور خریدے ہیں ایک اور خرید لیتے ہیں، کہ تجھ کو روٹی دے دوں گا پڑا رہے گا، یہ تو کیفیت ہے گھروں کی، کیا حال ہوگا؟ اور یہ ایک آدھ مثال ہے۔

اور ہر آدمی اپنے گھر میں دیکھ سکتا ہے نہ بھائی بھائی کا ہے، اور نہ رشتہ داروں کا کچھ خیال ہے، بس اپنی عزت، بس اپنی عزت قائم رہے، کتنی بری حالت ہے، اگر ہم لوگ ان میں بڑھ کر کام کریں، تو سب تیار ہے، اور اس وقت کا حال تو ایسا معلوم ہوتا ہے، کہ جیسے لوہے کو کھود کر نکالا جاتا ہے اندر زمین سے جو کہ آتا اوپر سے ہی ہے اسی طرح آپ اور ہم جائیں کھود کر نکال لیں، اس لیے کہ کوئی چیز اتنی آسانی سے نہیں ملتی، خود کھودنا پڑتا ہے، آئی تو اوپر سے ہے ہدایت لیکن وہ ان کے نیچے چلی گئی، اب ہم اور آپ نکالیں۔

کمال تمہارا نہیں خدا کا ہوگا

اب یہ ہماری قسمت میں ہے ایک صاحب کہنے لگے کہ میں نے ایسی کتاب لکھی ہے میں بغیر سمجھا کے کسی کو چھوڑتا نہیں ہوں، میں ہر حال میں سمجھا ہی دیتا ہوں، ایسا کر دیتا ہوں ویسا کر دیتا ہوں، میں نے کہا نہیں ہدایت کسی کے ہاتھ پر ہوجائے، یہ اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے آپ کے سمجھانے کا اس میں کوئی مسئلہ نہیں ہے یہ تو سمجھانا اس لیے ہوتا ہے ہر جگہ کچھ فارملٹی ہوتی ہے اصل، تو اوپر سارا معاملہ ان کے ہاتھ میں ہے لیکن انہوں نے کہا ہے کہ فارملٹی پوری کرو، تو جیسے نکاح ہوتا ہے نا، اس میں دو گواہ ہوتے ہیں وکیل ہوتا ہے مجمع ہوتا ہے، تو ہم نے کہا یہ سب فارملٹی ہے اور اسی میں ایک آیت پڑھی جاتی ہے، ﴿إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا﴾ (النساء: ۱) اصل نگرانی اللہ کی ہے لیکن فارملٹی ضروری ہوتی ہے تو ایسے ہی حفاظت ساری خدا کرتا ہے لیکن کہا ہے کچھ کرو تم بھی، تھوڑا بہت، حضرت علی سے ایک صاحب نے پوچھا کہ انسان کو اختیار کتنا ہے اور کتنا نہیں ہے؟ تو حضرت علی کو اللہ نے غیر معمولی فہم عطا فرمائی تھی، انہوں نے کہا آؤ، ایک پیر اٹھاؤ، اٹھایا کہا دوسرا اٹھاؤ، کہا نہیں اٹھا پاتے، کہا بس اتنا ہی اختیار ہے، کہ ایک پیر اٹھاؤ، اور پھر دوسرا رکھو، اب اگر کوئی دونوں ہی رکھ کر چلے، تو اوندھا منھ گرے گا، دونوں اٹھا کر چلے گا، تو سر کے بل گرے

گا، تو اب ایک اٹھائیے اور ایک رکھئے، معلوم یہ ہوا کہ کچھ آپ کا کرنا ہے کچھ اوپر والے کا کرنا ہے، آپ اپنا کیجیے اوپر والے کو ان کا سپرد کیجئے، بس پھر آپ چل جائیں گے، جو اختیار آپ کا ہے وہ آپ اختیار کیجئے، اور جو ان کا ہے وہ وہ اختیار کریں گے۔

مثلاً آپ نے اپنا پیر اٹھالیا یعنی کہ وطن کی دوستی، انسانیت اور ان سب کا سبق پڑھادیا یہ آپ نے اپنا پیر اٹھالیا، اب اس کے بعد اللہ پر بھروسہ کیجئے یہ دوسرا قدم ہے، سب آپ کے اختیار میں نہیں ہے، بس جب وہ ان کے سپرد کردیں گے یا آپ کریں گے بس چلنا شروع ہوجائیں گے تو جب آپ اس طرح کام کریں گے تب ہوگا اور جس دن یہ آگیا کہ میں کرتا ہوں اسی وقت ختم ہوجائے گا اوندھے منھ گریں گے اس لیے کسی کو اپنے اوپر بھروسہ نہیں کرنا چاہیے، بھروسہ تو خدا پر ہے، محنت ہماری، یہ ہم کو آرڈر ہے، دعوت دو، اچھی طرف بلاؤ، جیسے کوئی جارہا ہے غلط راستہ پر ہے آپ کا کام بتانا ہے ارے میاں ادھر آؤ، ادھر چلو، اب وہ زبردستی کرے نہیں۔

ہدایت انسان کے ہاتھ میں نہیں

اب دیکھئے ہدایت کی بات ہے ایک آدمی لوگوں کو میرے پاس لاتا تھا کلمہ پڑھانے کے لیے وہ لاتا تھا تو ایک عورت کو لے کر آیا، اور اس سے کہا کلمہ پڑھو، تو اس نے دانت دبالیے، کہ کہیں منھ سے کلمہ نکل نہ پڑھے، جب اس سے کہتے پڑھ سمجھاتے تھے بس یوں بیٹھی ہوئی، حالانکہ سمجھا کے لایا تھا کلمہ پڑھنا ہے، تب بھی نہیں پڑھا اس نے، آپ اندازہ لگالیجئے دیہاتی عورت تھی، وہ الگ مسئلہ ہے سمجھایا نہیں سمجھا، وہ الگ ہے، لیکن یہ ہوا واقعہ، یہ سب میں دیکھ چکا ہوں۔

اندر کی کھدائی کرلیں

بعض دفعہ ایک لفظ آپ نے کہا وہ چلا آیا لفظ کہنا تو بہت دور کی بات، آپ

دیکھیں گے وہ کھنچ کر آجائے گا، یہ بھی دور آئے گا، کہ آپ کو سمجھانا بھی نہیں پڑے گا، یہاں آؤ بس چلا آرہا ہے، آپ کے ساتھ، اور وہ وقت دور نہیں ہے، ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ جو میں نے عرض کیا نا ہدایت آچکی ہے کھود کے نکالنا ہے، اب ہم سب مل کر اس میں لگ جائیں تو انشاء اللہ دیکھئے پھر حالات کیا ہوتے ہیں؟ یہ تو ایمانی حالات ہیں، اور ایمان جب درست ہو جائے گا تو باہر تو ہو ہی جائے گا، ساری خرابی اندر کی ہے، ہمارے حضرت مولانا کے جو شیخ تھے کہتے تھے ساری دنیا میں فساد پھیلا ہوا ہے تو فرماتے تھے فساد اندر ہے اسی کے نتیجہ میں باہر ہے یہ ٹھیک ہو جائے، سب ٹھیک ہو جائے گا۔

ان کو دل کی خوشی کا راز بتاؤ

کل میں آرہا تھا تو راستہ میں کوئی شادی تھی اس میں لوگ اچک رہے تھے ناچ رہے تھے تو ہم نے کہا بس یہ جسم کو اچکانا چھوڑ دیں دل اچکنے لگیں کام بن گیا، اور یہ سب اس کی فکر میں ہیں، کہ ہم کو تھوڑی دیر خوشی مل جائے، بے چارے خوشی کے بھوکے ہیں، تو کوئی کہتا ہے ناچو ناچنے لگتے ہیں، کوئی کہتا ہے یہ کرو وہ کرنے لگتے ہیں، کوئی کہتا ہے پیو تو پینے لگتے ہیں، لیکن اس سے تھوڑی دل خوش ہوتا ہے دل کے لیے تو اور غذا ہے الگ غذا ہے بھائی، جیسے سونے کی ترزاو میں آپ ٹرک نہیں تول سکتے، اس کے لیے دھرم کانٹا ہے، وہاں جائیے، اور سونے کے لیے چھوٹی سی ترازو ہے، اور ہوا کے لیول معلوم کرنے کے لیے ایک الگ ترازو ہے، سب الگ الگ ہے، جسم کی غذا الگ ہے، دل کی غذا الگ ہے، دماغ کی غذا الگ ہے سب کی غذا دیجئے، پھر تماشہ دیکھئے اور دل کی غذا کیا ہے؟ وہ قرآن مجید میں کہا گیا ہے ﴿أَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوب﴾ (الرعد: ۲۸) اللہ کی یاد سے اللہ کے دھیان سے اللہ کے نام سے اللہ کے ذکر سے دل کو سکون ملتا ہے، بس جب اللہ سے تعلق ہو جائے گا، بس دل مست ہو جائے گا، اسی لیے ایک شاعر نے کہا تھا

جائیے اس بات سے اے درد میخانے کے بیچ
کچھ عجب مستی ہے اپنے دل کے پیمانے کے بیچ

مستی یہاں ہے، تو وہاں کہاں جاؤ گے میخانے میں؟ پینے پلانے وہاں تو تھوڑی دیر پیا ٹھہرا، اور اس کے بعد پڑے ہوئے ہیں نالی میں، جنت سمجھ رہے ہیں اس کو، کتنے افسوس کی بات ہے؟ آپ دیکھئے تو عقل الگ ماری جاتی ہے، گھر والوں کو الگ پریشان کرتا ہے، اور خود نالے میں جا گرتا ہے، اور سمجھ رہے ہیں یہی جنت ہے، کتنے افسوس کی بات ہے آپ غور کیجئے، اس لیے اس طرح کی گندی چیزوں کا نتیجہ وہی ہوتا ہے یا تو نالی یا پاخانہ ہے اور یا گندی چیزوں کی جگہ گندی ہے، اور پاکیزہ چیزوں کی جگہ پاکیزہ ہے، اور اس کی لذت ختم نہیں ہوتی، اس کی لذت تو فورا ختم ہو جاتی ہے، تو بس اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو دولت عطا فرمائی ہے وہ غیر معمولی دولت ہے، اس دولت کو عام کرنا ہے۔

یہ درد پیدا کیجئے

اس کے لیے ظاہر ہے درد چاہیے، ممتا چاہیے، جیسے میں نے کہا نا کہ ایک تو آپ کا بھائی ہے اور ایک کمزور ہے تو اسی سے زیادہ تعلق ہونا چاہیے، بے چارہ بھٹک رہا ہے، جتنی یہ کیفیت پیدا ہوگی یہ رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کی سب سے بڑی سنت ہے اس سے بڑی میں سمجھتا ہوں کوئی سنت نہیں، آپ کے بارے میں آتا ہے، کہ اللہ میاں نے کہا معلوم ہوتا ہے آپ ان لوگوں کے پیچھے اپنی جان دے دیں گے، کہ ایمان نہیں لا رہے ہیں، یہ تسلی دی گئی ہے، رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام اتنا کڑھتے تھے کہ یہ بیچارے ایمان نہیں لا رہے ہیں، اس قدر آپ کو فکر تھی کہ اللہ تعالیٰ کو کہنا پڑا ہدایت میرے ہاتھ میں ہے، آپ ہدایت نہیں دے سکتے، ہدایت ہم دیتے ہیں، یہ آپ کو تسلی کے لیے کہا گیا ہے لیکن آپ کے اندر درد تھا آپ روتے تھے آپ

پریشان رہتے تھے دیکھ کر، اسی لیے آپ اپنی تکلیف کچھ نہیں دیکھتے تھے راحت چھوڑ دیتے تھے کیا کیا آپ نے برداشت نہیں کیا، طائف میں آپ کے ساتھ کیا نہیں ہوا، آپ کے پتھر مارے گئے وہ تو ایک الگ چیز ہے، اس سے زیادہ دل پر چوٹ لگی کہ ان لوگوں نے بات نہیں مانی، مگر پھر بھی آپ نے بددعا نہیں کی، کہ آج نہیں کل ان کے بیٹے مان لیں گے، نوجوان مان لیں گے۔

ہمارا ٹارگیٹ نوجوان ہوں

آخری بات یہ ہے کہ کام سب میں کرنا ہے، لیکن ٹارگیٹ نوجوان کو بنانا ہے، اس لیے کہ حدیث میں آتا ہے، نصرت بالشباب، میری مدد کی گئی نوجوانوں کے ذریعہ سے اور قرآن مجید میں صحابہ کرام میں کچھ لوگ ہیں جن کو کہا گیا ہے بہت آگے بڑھنے والے ﴿وَالسَّابِقُونَ الأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالأَنصَارِ﴾ (التوبة: ۱۰۰) ان کی تعداد ہمارے سیرت نگاروں نے ۵۳ لکھی ہے، اور ۵۳ میں چار پانچ کو چھوڑ کر سب ۱۶–۱۸ ر سال کے تھے، اور زیادہ سے زیادہ ۲۵ سال، اس سے زیادہ کسی کی نہیں تھی عمر، لیکن قرآن مجید ذکر کر رہا ہے، نمبر ایک پر، اس لیے جو جوان ہوتا ہے ایک بات یاد رکھیں اس کے عزائم اور اس کے لیے حالات بھی جوان ہی ہوتے ہیں، لیکن اب نوجوان ایسے ہیں دو زینے پھاند لیے گرنے لگتے ہیں، تو ایمان بھی ان کا ایسا ہی ہوتا ہے اور جو نئے ایمان والے ہوتے ہیں ان سے ہم لوگوں کو بھی انرجی ملتی ہے، وہ پاور ہاؤس ہے، اس سے ہم لوگوں کو بھی طاقت حاصل ہوتی ہے۔

پہل کرنے والے کی بات ہی اور ہے

آپ حضرات جتنا اس میں آگے آئیں گے کام کریں گے اتنا ہی انشاء اللہ میدان بڑھتا جائے گا اور پھر اللہ کے یہاں جب جائیں گے تو کس انداز سے آپ کا

استقبال ہوگا اس کا تو بتانا ہی مشکل ہے اس لیے کہ یہ تنہا جہاں ایک ہے آئے کنارے سے جنت میں چلے گئے اور ایک یہ کہ مجمع عظیم آ رہا ہے ہٹو، بچو راستہ دو، کون آیا؟ دیوانہ تیرا آتا ہے، بس سارے راستے کھول دیئے جائیں گے، جیسے حضرت ابو بکر تو بے چارے ظاہر ہے کہ سب سے اونچا مقام ہے ایک دن رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام فرما رہے تھے جو یہ کام کرے گا اس کے لیے یہ دروازہ کھولا جائے گا جو یہ کرے گا اس کے لیے یہ، تو حضرت ابو بکر نے پوچھا کوئی ایسا بھی ہوگا جس کے لیے سارے دروازے کھول دیئے جائیں گے؟ تو فرمایا تم ہوگے، حضرت ابو بکر کے لیے فرمایا، سارے دروزاے کھل جائیں گے ہر جگہ سے استقبال ہوگا آپ ادھر سے آیئے، ادھر سے آیئے، اس لیے کہ حضرت ابو بکر نے جو کام کیا ہے وہ کسی نے نہیں کیا، اور نہ کوئی ان کے برابر ہو سکتا ہے۔

اس لیے کہ جب کام کی ابتداء ہوتی ہے اس وقت جو کام کرتا ہے اس کا مقام بہت اونچا ہوتا ہے جیسے کسی کو بھوک لگی ہو آپ نے اس کو کھانا کھلا دیا اور اس کا پیٹ بھر گیا اب پھر ایک کوئی کھانا لے کر آئے اب وہ شام کو کھائے گا، لیکن جو پہلے کھلائے گا اس سے جو خوشی ہوگی دوسرے والے سے اتنی نہیں ہوگی، اگر چہ یہ سوچے گا مجھے رات کو کھانا ہے، رکھ لیتا ہوں، اس کی بھی ضرورت ہے لیکن پہلے کی بات ہی کچھ اور ہے، تو اسی لیے وہاں بھی السابقون الأولون آگے بڑھنے والے پہلے کام کرنے والے ان کا مقام ہے تو اس وقت بھی چونکہ یہاں بہت دنوں سے کام بند تھا تو آپ لوگ جو کام کر رہے ہیں، آپ پہلے والوں میں ہیں السابقون میں، آپ کا درجہ بہت بلند ہے، اگر آپ اس وقت کام کریں گے اور حالات بھی ایسے ہیں کہ اس وقت ذرا تکلیفیں بھی اٹھانی پڑیں گی، بس بھیڑ کی بھیڑ آنا شروع ہو جائے گی، انشاء اللہ، تو پھر اس میں وہ درجہ نہ رہے گا، ابھی تو جب تک ذرا مسئلہ ہے اس وقت درجہ بھی ذرا بلند زیادہ ہوگا، اس لیے جو جتنی محنت کرتا ہے اتنا ہی زیادہ پاتا ہے، ان عظم الجزاء مع عظم البلاء، جو جتنی محنت کرتا

ہے اتنا ہی زیادہ ملتا ہے، ہر جگہ یہ قاعدہ ہے محنت آپ کرتے ہیں کہ نہیں؟ اس میں ابھی کالج میں کوئی انجینئر ہے کوئی کوئی ہے، اور آپ کوچنگ کرتے ہیں، کوچنگ والوں کو دیکھئے ۱۵-۱۵ گھنٹے پڑھتے ہیں، یہاں تک کہ کوئی غلط کام بھی نہیں کرتے، سوچتے بھی نہیں، یہ سوچ کر کہ بس یہ پا جائیں اس کے بعد اب کرنا ہے، یہ سوچ کر ہی کرنا ہے، یہ تھوڑی ہے کہ بزرگ ہو گئے ہیں، بزرگ تو نہیں ہو گئے، چھوڑ بھی نہیں دیا، لیکن سمجھتے ہیں ابھی محنت کر لیں گے تو کل مزے ہی مزے ہیں، ایسے ہی دنیا میں تھوڑی سی محنت کر لے تو جنت میں مزے ہی مزے ہیں، اور یہاں بھی مزے ہیں، یہ بھی بڑھا لیجئے اس کے کرنے سے یہاں بھی مزے ہیں وہاں بھی مزے ہیں۔

دجال کی جنت سے کیا فائدہ؟

ورنہ یہاں بھی پریشانی وہاں بھی پریشانی، جس کا اندازہ آپ کو خود ہے ابھی آپ کے کسی بھائی نے کہا کہ کیا کیفیت ہو رہی ہے کوئی پڑا رہتا ہے، کوئی خودکشی کرنے جا رہا ہے کوئی دریا میں کودنے جا رہا ہے، ارے کیوں جا رہے ہو بھائی؟ تم تو جنت کے مزے لوٹ رہے ہو، ابھی میں ایک کالج میں گیا تو ماشاء اللہ لڑکے لڑکیاں سب بیٹھے ہوئے تھے جنت کا مزا آ رہا تھا ان کو، ہم نے کہا لیکن یہ دجال کی جنت ہے، جو اس کی جنت میں جائے گا وہ جہنم میں گیا اور جو جہنم میں جائے گا وہ اس کی جنت میں جائے گا، ایسے ہی ہم نے کہا جو ایمان والے ہیں وہ دور سے سمجھتے ہیں بیچارے وہ مشکل سے دور سے بیٹھے ہوئے کچھ کر رہے ہیں، لیکن جنت کا مزا لوٹ رہے ہیں، اگر سچے ہیں، یہ ضروری ہے، اگر سچے ہیں تو جنت کا مزا دنیا میں آ رہا ہے، اگر ان کو معلوم ہو جائے تو بھاگ کر آئیں گے، معلوم نہیں ہے بے چاروں کو اس لیے کہ جنت تو حدیث میں آتا ہے جنت کو گھیرا گیا ہے ناپسندیدہ چیزوں سے، یعنی کپڑے اچھے نہ ہوں لیکن اندر سے بڑا صحت مند، اور دل کا بہت مست، کپڑے معمولی پہنے ہوئے

ہے، ہم سمجھ رہے ہیں ایسا ہی ہے اور ایک خوب عمدہ کپڑے پہن کر آیا، لیکن اندر دس بیماریاں ہیں دل بھی اس کا بے کار ہے، تو یہی حال ہوگا کہ دور سے سمجھ رہے ہیں بے چارے نہ ان کی تنخواہ ہے، نہ اچھے سے رہتے ہیں، نہ گھر اچھا ہے، لیکن ان کے پاس جاؤ، تو مزا آجائے گا، جنت کا لطف آجائے گا ان کو۔

قیمت بڑھی ہوئی ہے

ایک بات اور عرض کردوں آج کل حالات اتنے خراب ہیں کہ اس وقت قیمت بڑھ گئی، اللہ میاں نے بہت بڑھا دیا، پہلے تو اگر بہت محنت کرو، تو ملتا تھا تھوڑا، لیکن اب تھوڑا سا ہی کرو، آؤ بس آؤ، ایک دم سے اوپر، ویسے ہی ہے لفٹ سے بٹن دبایا آگئے اوپر، تو اس لیے کوئی مسئلہ نہیں ہے، مگر سمجھنے کی بات ہے، دماغ ذرا سا ادھر سے ادھر کو آجائے، پھر دیکھئے آپ کو کیا مزا آتا ہے اور اللہ تعالیٰ کیسی مدد فرماتا ہے تو آپ لوگ بہت قابل مبارکباد ہیں، اور میں بھی قابل مبارکباد ہوں، کہ اللہ نے مجھ سے میرے ساتھیوں سے یہ کام لیا، تو ظاہر ہے مجھ سے بھی لیا، اللہ میاں کے یہاں ایک چیز اور بھی ہے، مسجد بنانے میں حدیث میں آتا ہے کہ پوری مسجد بنا کر نہیں، پوری مسجد کا ثواب ملے گا، بلکہ ایک اینٹا بھی رکھ دے تو بھی پوری مسجد کا ثواب ملتا ہے، ایسے ہی اس میں بھی ہے، کہ جو جس سے تعلق رکھتا ہے اس کو ملے گا اور اس کو بھی ملے گا، اس لیے کہ اللہ میاں کے یہاں کوئی اور نظریہ تھوڑی ہے کنٹرولنگ نہیں ہے وہاں، وہاں دس گنا تو سیدھا سیدھا، اسی طرح ایک اچھا کام کرو تو دس گنا تو سیدھا اور جتنی تمہاری نیت اچھی اتنا ہی تمہارا گنا اچھا ہوگا، آپ آگے بڑھتے چلے جاؤ، جتنی سوالڈ نیت اتنا ہی اونچا مقام، اور اگر یونہی ہو، صرف اچھا کام کرلیا، تب بھی دس گنا، اور برا کام اگر کرلیا، تب جتنا کیا اتنا ہی، یہ اوپر والے کی رحمت ہے، اس لیے کہ وہ جانتے ہیں کہ گڑ بڑ زیادہ کریں گے اور اچھے کام کم کریں گے، تو اچھے کام کو بڑھا دو اور نیت اگر اچھی ہے

تو اللہ میاں حساب بھی اچھا کر دیتے ہیں، پھر سب ہے انہی کے ہاتھ میں۔

اس کی رحمت کی وسعت

ایک آدمی نے غلط کام کیا، بس یہی قصہ سنا کر بات ختم ہو جائے گی، ایک آدمی نے غلط کام کیے تھے ۹۹ آدمیوں کو مارا تھا پھر ایک آدمی کے پاس گیا زیادہ پڑھا لکھا نہیں تھا دیندار تھا، پوچھا جا کر کہ توبہ کرنا چاہتا ہوں، کہا افوہ! ستر چوہے کھا کے چلی بلی حج کو، آپ ۹۹ آدمی مار دیئے اب کیا کریں گے توبہ؟ تو انہوں نے کہا ٹھیک ہے ۱۰۰ پورے کیے دیتے ہیں، تمہیں کو مار دیں گے تو ان کی بھی چھٹی کر دی، لیکن دل میں لگی تھی اس کے پھر گیا ایک بڑے عالم کے پاس، بڑے دیندار عالم پڑھے لکھے سمجھدار ان سے پوچھا کہا اللہ کی رحمت کو کون روکنے والا ہے آپ توبہ کیجئے مگر یہ کیجئے کہ برے لوگوں کی بستی کو چھوڑ دیجئے اچھے لوگوں کے پاس جا کر رہیے، اس لیے کہ اچھے لوگوں کی صحبت جو ہے وہ کیمیا اثر ہوتی ہے آدمی کتاب سے جتنا حاصل کرتے ہیں اس سے سو گنا زیادہ آدمی سے حاصل کرتا ہے، تو انہوں نے کہا اچھے لوگوں کے پاس چلے جاؤ، بس وہ چل پڑے راستہ میں موت آگئی، اب جو موت آگئی تو اچھے فرشتے اور برے فرشتے بھی برے لوگوں کی جو روح نکالتے ہیں وہ اور اچھے دونوں آگئے اور دونوں میں جھگڑا شروع ہو گیا اچھے فرشتوں نے کہا کہ یہ توبہ کر کے آیا ہے، اور برے والوں نے کہا اتنا گڑبڑ سڑ بر کر کے آیا ہے، کیا توبہ ہوگی؟ اب جھگڑا ہو گیا تو اللہ میاں نے تیسرے کو بھیجا کہ جاؤ فیصلہ کر دو، اور اللہ میاں ہی نے بتا دیا کہ اگر اچھے لوگوں کی بستی کی طرف اس کی زمین کم ہے تو اسی میں شمار ہوگا اس کا، اور اگر برے لوگوں کی بستی قریب ہے تو اسی میں شمار ہوگا اور زمین سے اللہ میاں نے کہا اے زمین سمٹ جا، اچھے لوگوں کی بستی کی طرف ہو جا، بس کام بن گیا، اور جنت والے رحمت والے فرشتے لے کر اس کو چلے گئے، تو اوپر والا تو بہت عجیب وغریب ہے وہ تو برابر کہتا رہتا ہے آؤ ہماری طرف آؤ تو تم، تم آؤ ذرا سا

بڑھو تو، اب ہم ہی نہ بڑھیں، تو پھر کیا کیا جائے؟ تو پھر وہ اس کو بھی ضرورت نہیں۔

پہلے تو آپ ہی کو آنا ہوگا

ایک تصور یہ بھی غلط ہے، دوسرے دھرم میں اور اسلام میں بہت بڑا فرق ہے اور ہر آدمی اپنے خدا کو اپنے سے کم سمجھتا ہے، کہتے ہیں اس سے کہ کرنا پڑے گا، اور جیسے عیسائی کہتے ہیں حضرت عیسیٰ جو کہیں گے ہونا ہی ہے اور اللہ میاں کی ضرورت ہی نہیں، انہیں سے مانگ لو، اسلام میں ایسا نہیں ہے، اللہ میاں بے نیاز ہے، آپ کو ضرورت ہو تو آیئے اللہ کو ضرورت آپ کی نہیں ہے، مگر یہ ہے کہ وہ رحمت والا ہے، ذرا سا آجاؤ وہ کہتا ہے ایک بالشت چل کر آؤ ہم دو بالشت آئیں گے، لیکن آؤ ہماری طرف، بس اتنی سی بات ہے، جو بھی جائے گا وہ پا کر رہے گا، نہ پانے کا تو کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، نہ پانے کا خطرہ اس وقت ہوتا ہے جب دینے والے کے پاس کم ہو، اور دینے والا سخی نہ ہو، تو وہ تو سخیوں کے سخی ہیں، بغیر اس کے دیتے ہیں، اور ان کے یہاں کمی بھی نہیں ہے، حدیث میں آتا ہے کہ ساری دنیا سب کچھ مانگ لے اور اللہ میاں سب کو سب کچھ دے دیں تو بھی اتنا سا بھی کم نہ ہوگا، اللہ کے خزانے میں، تو ان کو کیا مشکل ہے۔

ان باتوں کے ساتھ ساتھ

بس یہ چند باتیں یاد رکھیں، اور اس کے بعد کام کو آگے بڑھائیں، اور کچھ ہمارے یہاں کی جو شکلیں سامنے آئی ہیں، وہ لوگ فائدہ اٹھائیں، ہمارے یہاں جو کتابوں کی دکانیں لگتی ہیں، اس سے حق ادا ہو رہا ہے یہ کام یہاں بھی اگر شروع کیا جائے تو انشاء اللہ اس کا فائدہ ہوگا ہمارے یہاں یوپی میں بہت اچھا فائدہ ہو رہا ہے، اور کام ہو رہا ہے، جو کتاب میلے لگتے ہیں اس میں ہمارا اسٹال لگتا ہے ہر میلے میں ۳-۴-۵ تو کلمہ پڑھ ہی لیتے ہیں، اور پھر ان سے بڑے پڑھے لکھے بعض دفعہ لوگ مل جاتے ہیں، اس وقت بھی میلہ وہاں ماشاء اللہ ہردوئی میں لگ گیا ہے، علی گڑھ میں

دو جگہ چل رہا ہے، اس وقت وہاں لوگ ہیں اور اس سے ہندی کتابیں وہاں لگائی جاتی ہیں اور ہمارے لوگ ہوتے ہیں تو ایک سمجھانے والا ہوتا ہے باقی بیچنے والے ہوتے ہیں وہ بھی فائدہ ہوتا ہے یہ بھی فائدہ ہوتا ہے تو یہ کام بھی اگر اس علاقہ میں شروع ہو جائے تو انشاء اللہ فائدہ ہوگا اور باقی تیسرا وہی ہے ٹھاکر صاحب والا.....وہ بھی بڑا دلچسپ ہے، اسی طرح سے ایک اور معظم صاحب ہیں، بڑے سے بڑا ہو آدمی پنڈت ان کے سامنے بڑے بڑے اعتراض کا جواب پا کر جھک جاتے ہیں، گوشت کھانے وغیرہ کے وید میں، وہ اس کے اتنے ماہر ہیں، کہ کوئی وید کی گیتا کی کسی بھی کتاب کی کوئی چیز چھوٹی ہی نہیں ہے سب ان کے دماغ میں گھنسایا ہوا بیٹھا ہوا ہے اور دماغ میں ان کے بٹھائے ہوئے ہیں، آپ بھی ان کو عام کریں۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمین.

آیئے ہم سب مل کر جینا سیکھیں!

میرے دوستو، بزرگو اور جلسے میں آئے ہوئے محترم سامعین! ابھی آپ اتنی دیر سے اچھی اچھی باتیں سن رہے ہیں، اور یہ بات سب کو اچھی لگتی ہے کہ اچھی باتیں کہی جائیں، اچھی باتیں سنی جائیں اور اچھے لوگ سنیں تو اچھا ہی اچھا ہے، مگر اچھا کہنا اور بات ہے اور اچھا کرنا اور بات ہے۔ خوب کہنا اور ہے اور خوب کرنا اور ہے، کہنا تو بہت آسان ہے، مگر آج کل حالات ایسے ہیں کہ کہنا بھی آسان نہیں، تو کم از کم ایسا تو ہو ہی رہا ہے کہ اچھا کہا جا رہا ہے اور یہاں اچھے کا مطلب یہ ہے کہ کہا جا رہا ہے۔ اپنے میں تو سب اچھا کہتے ہیں اور ان کو اچھا کہا جاتا ہے ان کے ماننے والے ان کی داد دیتے ہیں، واہ واہ بہت اچھی بات کہی ہے، لیکن بات یہ ہے کہ آپ کے حلقہ کے باہر والے آپ کو اچھا کہیں تو یہ ایک اچھی علامت ہے۔

میرے بزرگو، دوستو! یہ جو زمانہ ہمارا ہے اس میں دو چار بڑی مشکلیں آپڑی ہیں، جن کو آسان آپ ہی کر سکتے ہیں، کیونکہ مشکل بھی آپ ہی لائے ہیں، تو جو مشکل لاتا ہے وہی اس کو حل بھی کر سکتا ہے، وہ مشکلیں یہ ہیں کہ پہلے معاملہ یہ تھا کہ جہالت تھی، بیچارے ان پڑھ ہوتے تھے، سیدھے سادے ہوتے تھے، لیکن آج کل جہالت پڑھ لکھ گئی ہے، اس لئے آج کل پڑھے لکھے حقیقت میں پڑھے لکھے نہیں ہیں، ان کو سمجھانا بہت مشکل ہے۔

پہلا مسئلہ

پہلے تو بہت آسان تھا ایک آدمی سیدھا سادہ ہوتا تھا، آپ نے سمجھایا اس نے مان لیا، لیکن آج ہر شخص اتنا سمجھدار ہے کہ اس کو سمجھانا بڑا مشکل ہے، تو یہ سارا کام مشکل ہم لوگ لے کر چل رہے ہیں، معاملہ بڑا سنگین ہے اسی لئے آپ دیکھتے ہوں گے کہ کبھی تاریخ میں ایسا ہوا ہی نہیں کہ ایک پڑھا لکھا ڈاکٹر کسی کا گردہ نکال کر بیچ لے، اور انجینئر پورا پورا پل کھا جائے اور پورے کے پورے لوگ ندی میں ڈوب جائیں، یہ میرے سامنے کا واقعہ ہے، ندوہ کے سامنے جب نیا پل بن رہا تھا، میں اس وقت پڑھتا تھا، چھوٹا سا تھا گزر رہا تھا، پرانا پل توڑا جا رہا تھا، کسی انجینئر نے کیا کیا مجھے نہیں معلوم میرے سامنے پل پورا بیٹھ گیا، اور سیکڑوں مزدور اسی وقت پانی کے اندر چلے گئے، تو آج کل جہالت عجب انداز کی ہے اور میں تو اس لائن کا آدمی نہیں ہوں، لیکن میرے ایک دوست **M.B.A.** کئے ہوئے ہیں، انہوں نے بتایا کہ **M.B.A.** میں یہ پڑھایا جاتا ہے، وہ پڑھایا جاتا ہے تو میں نے ان کے سامنے سن لینے کے بعد یہ تبصرہ کیا کہ وہ عوام کو بیوقوف بنانے کا ایک طریقہ ہے اور دیکھنے میں وہ ایک ڈگری ہے۔

میں جہاں سے گزرتا ہوں وہاں بڑے بڑے بورڈ اور پوسٹر لگے ہوئے ہیں بلکہ اب تو ہر جگہ لگ گئے ہیں، **B.B.A.,M.B.A.,B.C.A.,** پتہ نہیں کیا کیا لکھا رہتا ہے اس پر، تو آج کل جہالت اتنی پڑھ لکھ گئی ہے کہ ان کو کیسے سمجھایا جائے یہ بڑا مسئلہ ہے، ہمارے بدھی جیوی بیٹھے ہوئے ہیں یہ سوچیں کہ ہم نے باتیں تو بڑی اچھی کر لیں لیکن یہ جو پڑھے لکھے بیٹھے ہوئے ہیں ان کو سمجھائیں کیسے؟ ایک مسئلہ تو یہ ہو گیا۔

دوسرا مسئلہ

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اس وقت فنکاری کا دور ہے چاروں طرف فنکاری ہے اور یہ اس قدر بڑھ گئی ہے کہ جو سنیما میں کام کرنے والے لوگ ہیں، ان کی فنکاری ہر

ایک کے دماغ میں گھس گئی ہے۔ یہ اندر سے نہایت سیاہ، اوپر سے بڑے اچھے، میں یہ ایسے ہی نہیں کہہ رہا ہوں، ان میں سے جو اندر سے نکل آتے ہیں، سیاہی سے وہ باہر آکر کہتے ہیں اندر مت جانا وہاں ''اندھیرا ہو رہا ہے بجلی کی روشنی میں'' یہ دیکھنے میں بڑے اچھے معلوم ہوتے ہیں بڑے خوشگوار موڈ میں دکھائی دیتے ہیں، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان کے دل کی ہر کلی کھلی ہوئی ہے، ہر وقت ہنس رہے ہیں۔ ہر شخص لالچ سے دیکھتا ہے کہ یہ زندگی مجھے ملی ہوتی لیکن اگر صحیح معلوم ہو جائے تو کہتے کہ کاش مجھے یہ زندگی کبھی نہ ملتی، تو یہ جو باتیں ہیں ایسی ہی نہیں ہیں، یہ باتیں غور طلب ہیں، یہ باتیں ہمارے اندر بڑھتی چلی جارہی ہیں، پیدا ہوتی چلی جارہی ہیں، یہاں تک کہ یہ فنکاری ادھر بھی آگئی ہے کہ ہم جب تک تقریر کرتے ہیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم سے اچھا بولنے والا کوئی نہیں بڑی عمدہ عمدہ باتیں کریں گے، بڑے عمدہ عمدہ پلان بنائیں گے کہ معلوم ہوگا کہ ان سے اچھا بولنے والا، ان سے اچھا سمجھانے والا کوئی پیدا ہی نہیں ہوا اور یہ میں اپنی بات نہیں کر رہا ہوں یہ حضرت محمد ﷺ نے بھی ایک موقع سے فرمایا تھا کہ ایک شخص آیا بڑی عمدہ عمدہ باتیں کر رہا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''ما اجلده ، ما اظرفه '' کہ دیکھنے میں بڑا اچھا چہرہ، دیکھئے تو لوگ رعب کھا جائیں اور باتیں سنئے تو لوگ مدہوش ہو جائیں لیکن آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کے دل میں سیاہی کے علاوہ کچھ نہیں صرف باتیں ہیں زبانی جمع خرچ ہے، اندر کچھ بھی نہیں ہے۔ اور یہ آپ ﷺ نے نشانی آخری دور کی بتائی تھی کہ ایک دور ایسا بھی آئے گا۔

عقل کا استعمال

تو میرے بھائیو اور دوستو! پہلے تو ہم لوگ اپنی عقل کو صحیح کریں اور ہر شخص اپنی جگہ پر کرے، عقل کا استعمال دیکھئے، ایک بات بالکل دو دو چار کی طرح ہے اللہ میاں نے ہم کو جتنی چیزیں دی ہیں، کہا ہے کہ ان کا استعمال بھی کرو اگر استعمال نہیں کریں گے تو وہ چیز بیکار ہو جائے گی، آنکھ اگر بند رکھیں دو چار مہینے، دو چار سال تو

آپ کی آنکھ کی روشنی کم ہوجائے گی، ہاتھ اگر اٹھائے رہیں یا لٹکائے رکھیں یا لیٹے رہیں پلنگ پر دو چار مہینے تو آپ بیکار ہوجائیں گے۔تو اوپر والے نے کہا چلو، اور اوپر والے کا معاملہ بڑا عجب ہے کہ انسان جب چلتا ہے تو ہاتھ ہلتے ضرور ہیں، اس طرح خود بخود ورزش ہورہی ہے لیکن اس کے ساتھ یہ بھی کہا کہ اس کا استعمال بھی صحیح کرو۔اب ہاتھ کا استعمال دو طرح سے ہے ایک تو یہ کہ آپ دوسروں کو ماریں، قتل کریں اور دوسرے یہ کہ جو پریشان حال ہیں ان کی مدد کریں ہاتھ سے۔تو ہاتھ کے دو استعمال ہوئے اسی طرح ہر چیز کے دو استعمال ہیں۔

عقل کا بھی استعمال صحیح ہونا چاہئے، عقل کی تین قسمیں ہیں۔ایک مکاری ہوتی ہے، ایک حماقت ہوتی ہے، اور تیسری ذہانت اور عقلمندی ہوتی ہے، عقل جب بہت آگے چلنے لگتی ہے جیسے آج کل چل رہی ہے ان کو ادھر پلٹا، ان کو ادھر ڈھکیلا، ان کو جیل بھیجا، ان کو یہ کیا تو اسے مکاری کہتے ہیں جو آج کل یہ سیاسی بازیگر کر رہے ہیں ۔اور دوسری حماقت ہے، حماقت ان لوگوں کی ہے جن لوگوں نے اپنی عقل کو ڈبیا میں بند کردیا ہے استعمال ہی نہیں کرتے ، ہر چیز میں بہت بڑے لال بجھکو لیکن بعض چیزوں میں بالکل بے عقل ہیں۔جیسے قرآن مجید میں ان کو کہا گیا ہے کہ: ”آخرت کے علم کے بارے میں کہ مرنے کے بعد کہیں اور جانا ہے، ان کی عقل پنچر ہوگئی ہے، حقیقت میں وہ شک میں پڑے ہوئے ہیں بلکہ اندھے اور بہرے ہوگئے ہیں۔“

یہ عجیب وغریب صورت حال ہے، تو نہ مکاری ہو نہ حماقت ہو، عقل مندی اور ہوش مندی ہو بلکہ عقل کا صحیح استعمال ہو، اس کی مثال دیتا ہوں آپ سمجھ جائیں گے ، جیسے یہ ڈیسک ہے اس پر ٹیک لگائے ہوئے ہوں، یہ لکڑی کا بنا ہوا ہے، اور اگر میں یہ کہوں کہ یہ خود سے بن گیا ہے، پیڑ کٹا اور بھاگتا ہوا چلا آیا اس حال میں فٹ ہوگیا اور میں کھڑے ہوکر بولنے لگا، تو کوئی صحیح نہیں مانے گا، اور صحیح ماننا بھی نہیں چاہئے بے عقلی کی بات ہے، لیکن اگر کوئی کہے بڑھئی نے بنایا ہے تو اس میں کوئی شبہ نہیں ہے لیکن

بڑھئی کالا تھا، لمبا تھا، گورا تھا، کس برادری کا تھا یہ کوئی نہیں بتا سکتا جب تک کہ بڑھئی سے براہ راست رابطہ نہ ہو، تو ایک بات تو یہ ہے کہ بنانے والے کو ہم سمجھ لیں گے کہ بڑھئی ہے بنانے والا لیکن کیسا ہے اس پر عقل لگائی تو کالے کو گورا کریں گے، گورے کو کالا کریں گے لمبے کو چھوٹا کریں گے، چھوٹے کو لمبا کریں گے اور اگر چور ہے تو شاہ کریں گے، شاہ ہے تو چور کریں گے، تو اس کو بھی سمجھنے کی ضرورت ہے کہ عقل کا استعمال کہاں صحیح کرنا ہے، اور اس کا استعمال کس طرح کرنا ہے، تو میرے بھائیو یہ عقل بہت اہم ہے اور مثالیں ہمارے سامنے ہیں لیکن دھیان نہیں دیتے، سوچتے نہیں، دیکھئے آپ ہم سب جانتے ہیں جتنے لوگ یہاں بیٹھے ہیں کہ اگر ہم بینک میں جائیں، پیسہ جمع کرنا ہے دس لاکھ روپے لیکر جائیے اور منیجر صاحب سے دوستی بھی ہو اور آپ کہیں کہ روپے لے کر آیا ہوں اسے جمع کر لیجئے تو منیجر صاحب فوراً پوچھیں گے کہ کھاتہ نمبر کیا ہے آپ کا؟ آپ نے کہا کہ کھاتہ تو نہیں کھلوایا تو منیجر کہے گا جمع کیسے ہوگا؟ کھاتہ تو کھلوانا ضروری ہے بھئی پہلے کھاتہ کھلوایئے پھر جتنے چاہئے اتنے جمع کیجئے، پانچ سو یا پچاس لاکھ جمع کیجئے، کھاتہ کھلوانا تو ضروری ہے تو اگر ہم کھاتہ ہی نہیں کھلوائیں گے تو جمع کیسے کریں گے؟

یہ چھوٹی چھوٹی چیزیں ہیں لیکن غور طلب ہیں یہ جو موضوع ہے میں سوچ رہا ہوں اس موضوع پر کوئی بات سامنے آئی نہیں کہ ہماری ذمہ داریاں ہیں کیا؟ باتیں تو بہت اچھی ہوئیں لیکن ہماری ذمہ داریاں کیا ہیں؟ اور ہم کو کرنا کیا ہے؟ تو میں نے یوں تو اشارے کئے ہیں یہی ذمہ داریاں ہیں جب تک یہ نہ کریں گے، جیسے ہم وہاں آئیں اور آپ یہاں بیٹھے ہوئے ہیں، ہم سے بہت دور اور ہم کہیں آپ سے کہ آیئے صاحب مصافحہ کر لیجئے، اور وہ وہیں سے ہاتھ بڑھائیں اور ہم یہاں سے ہاتھ بڑھائیں تو کبھی مصافحہ نہیں ہوگا، کچھ آپ چل کر آیئے، کچھ ہم چل کر آئیں، تب مصافحہ ہوگا، اور جب مصافحہ ہوگا تو ظاہر ہے کہ اگر میرا ہاتھ ٹھنڈا ہوگا تو آپ کو محسوس ہوگا، اور آپ کا ہاتھ گرم

ہے تو مجھے محسوس ہوگا، تو میں پوچھوں گا کہ آپ کی یہ گرمی کیوں؟ اور آپ پوچھیں گے کہ آپ کی یہ سردی کیوں؟ اور آگے دونوں کا معاملہ ہوگا، پھر دوستی ہو جائے گی، ایک دوسرے کو جانے پہچانے پھر مسئلہ حل ہوگا، تو پہلے مصافحہ تو کریں، قریب تو آئیں، اس کے بعد باتیں تو بہت ہوں گی لیکن مصافحہ تو کریں۔

پہلے ہم انسان ہیں

ایسے میں ہماری پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ ہم انسان ہیں یا نہیں یہ طے کرنا ہے، اور چیز کو ناپنے کی علامت Measurment ہوتی ہے ویسے اس کی علامت ابھی بتاتا ہوں کہ انسان ہونے کی علامت کیا ہے؟ جب ہمارے سامنے کوئی آئے تو ہم اپنے کو فوراً چیک کریں کہ دل خوش ہوا یا رنجیدہ ہوا، اگر خوش ہوا تو انسان ہیں، اور اگر رنجیدہ ہوا ذرا منہ بنایا کہ ہماری پارٹی کا تو نہیں ہے یہ پیلے کپڑے پہنے ہے، یہ فلاں کپڑے پہنے ہے، تو پھر آپ کے علاج کی ضرورت ہے اور خدانخواستہ ایسا معاملہ ہوگیا کہ آپ نے دیکھا اس کو تو آپ خود بڑبڑانے لگے، ارے پتہ نہیں کہاں سے آگیا؟ اور اس کے بعد جب سامنے آیا تو ارے آیئے آیئے تشریف لایئے یہ کہاں کے اخلاق ہیں، بھائی دیکھتے ہی پہلے خوشی محسوس کریں، اور اگر معاملہ جیسے آپ نے سنا ہوگا کہ ایک سو چھ ۱۰۶ ڈگری جس کو بخار ہو جائے تو دماغ چل جاتا ہے، اگر ہم کسی کو دیکھ کر زیادہ بڑبڑانے لگیں، برائی کرنے لگیں، یہ ایسا ہے، وہ ایسا ہے، تو بھائی پھر اس کا جواب نہیں دیا جاتا بلکہ کہا جاتا ہے کہ بھائی جو یہ بکواس کر رہا ہے اس کو اسپتال میں لے جاؤ اور لیجا کر دوا دلاؤ، ٹھیک ہو جائے پھر لے آنا، تو ایسے ہی ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم دوورہ کر کے کیسے مسئلے حل کر لیں گے؟ جب تک ہم باہر نکل کر نہیں آتے، ایک دوسرے کو سمجھتے نہیں ہمارے گھر میں کیا ہے؟ یہ نہیں جانتے اور یہ الگ الگ رہنا، لوگ ایسی بات کہتے ہیں اتحاد اتحاد، پہلے یہ سمجھیں کہ اتحاد کہتے کس کو ہیں؟ جب بچے چھوٹے ہوتے ہیں، دس سال یا پندرہ سال کے تو ایک کمرے میں رہتے ہیں، کھیلتے ہیں، لڑتے

ہیں، لیکن اسی میں مست رہتے ہیں، تو جب وہ بڑے ہوجائیں اور بالغ ہوجائیں، شادی شدہ ہوجائیں، گھر والے کہیں کہ اسی کمرہ میں رہو اس لئے کہ اگر کمرہ سے باہر چلا جائے گا تو اتحاد ختم ہوجائے گا، ارے بھائی باہر رہ کر ہی اتحاد ہوگا اس لئے کہ تمہاری شادی ہوگئی تو تمہارا کمرہ الگ اور الگ رہوگے تو پھر اتحاد قائم ہوگا، اگر ایک کمرے میں رہیں گے تو لڑائی ہر وقت ہوگی جیسے لوگ کہتے ہیں کہ ارے چولہے کا مسئلہ ہے تو چولہا الگ کرنے سے اتحاد زیادہ ہوتا ہے، ایک چولہے سے لڑائی زیادہ ہوتی ہے اس لئے کہ ان کی پسند یہ ہے ان کی پسند وہ ہے، سب کی پسند الگ الگ ہے جیسے آپ کو پسند ہے مسور کی دال، ان کو پسند ہے ملکا مسور، انہوں نے کہا ملکا پکائیے اور انہوں نے کہا کہ کالی پکائیے، جھگڑا شروع ہوگیا وہ ملکا کے چکر میں یہ کالی کے چکر میں، تو انہوں نے کہا کہ الگ کرلیجئے چولہا آپ ملکا پکائیے ہم کالی پکائیں، تو مسئلہ ایسے ہی ہے لیکن قریب رہنا پڑے گا، اب الگ ہوگئے اس کی ضرورت ہے۔

تو سب سے پہلی ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم انسان بن جائیں، ہمارے اندر انسانیت پیدا ہوجائے، انسان سے محبت کرنے لگیں بس کیونکہ ہم سب کو بنانے والا ایک ہی ہے، اوپر والے نے کہا ہے، اس کے پیغمبر نے بتایا ہے: ”ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے اور اللہ کو سب سے پیارا وہ ہے جو اس کے کنبہ کے ساتھ اچھا معاملہ کرے“ تو ظاہر ہے ہم کو اپنی سوچ بدلنا پڑے گی۔ رشی منی، سنت صوفی کیا کرتے تھے؟ پہلے سوچ بدلتے تھے پھر لوگ ان کے ہوجاتے تھے، ہمارے حضرت نظام الدین اولیاءؒ کا ایک واقعہ ہے کہ ”ایک بار حضرت تشریف فرما تھے ظاہر ہے بزرگوں کے پاس لوگ ہدیہ وغیرہ لے کر آتے رہتے ہیں تو ایک صاحب قینچی لیکر آئے ان کے یہاں کی قینچی بہت مشہور تھی اور کہا کہ حضرت قبول فرمالیجئے تو حضرت نے فرمایا کہ بھئی ٹھیک ہے لیکن کاش کہ تم سوئی لاتے کیونکہ کاٹنے والے تو بہت ہیں سینے والے بہت کم“ ایسے ہی ایک بزرگ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ ایک کشتی پر سوار تھے اس پر کچھ لڑکے

بھی تھے جو انہیں پریشان کرنے لگے تو ظاہر ہے ان کو محسوس ہوا کہ یہ پہچانتے نہیں اس لئے ہمارا مذاق اڑا رہے ہیں، اللہ کا ایک فرشتہ آیا اور کہا اگر آپ کہیں تو انہیں ندی میں ڈال دیں، اور انہیں ابھی سخت سزا دی جائے تو ان بزرگ نے کہا اے پرمیشور اے پروردگار! جب آپ ان کو اٹھا کر دریا میں ڈال سکتے ہیں تو آپ ان کے ذہن کو بھی بدل سکتے ہیں، تو اصل بات یہی ہے اور یہی پیغام انسانیت کا ہے کہ ذہن بدلا جائے۔

انسانیت جب ہمارے اندر پیدا ہوگی تو ہر چیز ٹھیک اور ہر مسئلہ حل ہو جائے گا اور یہی بنیادی طور پر ہم نے طے نہیں کیا اور اس کے لئے آگے نہیں بڑھے، ایک دوسرے کو سمجھا نہیں اور ایک دوسرے کو برتا نہیں، تو بھئی دور رہ کر تو ظاہر ہے آدمی ڈرتا ہی رہتا ہے، بلکہ یہ ہوتا ہے یہاں کانپور بھی مشہور رہا ہے فساد وغیرہ کے معاملے میں، تو جو دور رہتا ہے، جب وہ حادثہ کی خبر سنتا ہے تو زیادہ ڈر جاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ کیا ہو گیا؟ لیکن جب گھر ٹیلی فون کرتا ہے تو پتہ چلتا ہے کہ ارے بھائی! ایک محلے میں دو چار آدمی لڑ پڑے تھے اور کچھ نہیں، اور اسے میں کیا عرض کروں، ہمارے یہ میڈیا والے رائی کا پربت تو بناتے ہیں، اتنی سی خبر، موٹی سی سرخی لگا دی، سب گھبرا گئے کیا ہوا؟ ایسے مسئلے ہوں تو اس کو دبا کر لکھنا چاہئے، اس سے فائدہ یہ ہوتا ہے کہ ذہن خراب نہیں ہوتے اور جلدی سے مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ جب یہ اچھال دیتا ہے کسی مسئلے کو تو مسئلہ خراب ہو جاتا ہے۔

میڈیا کا رول

ہمارے حضرت مولانا علی میاںؒ نے ایک موقع پر یہ بات کہی تھی کہ بہت سے ایڈیٹر جمع ہوئے تھے اخبارات کے اور میگزینوں کے لکھنؤ میں، حضرت مولانا نے اس میں تقریر فرمائی، اس میں کہا کہ آپ لوگ میڈیا والے ہیں، خبریں چھاپتے ہیں، میں آپ سے ایک بات کہوں گا اور شعر پڑھا حضرت مولانا نے فرمایا ایک عاشق نے اپنے معشوق کے سلسلے میں کہا ہے:

"آہستہ خرام بلکہ مخرام، زیر قدمت ہزار جان است"

اس نے کہا ہے اپنے محبوب سے بھئی دیکھو ذرا آہستہ چلو، اور نہ چلو تو اچھا ہے کیونکہ تمہارے قدموں کے نیچے بہت سی جانیں ہیں۔ تو حضرت مولانا نے فرمایا کہ میں اس میں تبدیلی کرتا ہوں، آپ کو مخاطب کرتا ہوں: "آہستہ خرام یہ نہیں کہتا کہ مخرام بلکہ لکھئے" اس لیے زیر قلمت ہزار جان است" آہستہ لکھئے سوچ سمجھ کر لکھئے کیونکہ آپ کے قلم کے نیچے بہت سی جانیں ہیں۔ تم تو لکھ کر اپنے گھر میں بیٹھ جاؤ گے، شوشہ چھوڑ دو گے نہ جانے کتنے گھروں میں چراغ بجھ جائیں گے، اور آخر میں کچھ دنوں کے بعد لکھ دینا کہ میڈیا کی وہ خبر غلط تھی، تو وہ بھی ایک دم چھوٹا سا آتا ہے فوٹ نوٹ میں بوٹم سائز پر۔

اگر آپ دیکھیں میں نے کئی مرتبہ غور کیا ہے، خبر آتی ہے مشتبہ دہشت گرد پکڑے گئے اور اس کے ایک سال بعد آیا، تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ خبر غلط تھی۔ اور یہ خبر معمولی سی چھاپ دی، اور ایک زمانے میں ایک قصہ تھا ہم لوگ بچپن میں سنا کرتے تھے بعض لوگ شرارت پسند ہوتے ہیں، باقاعدہ اسلام میں اس کا حکم ہے کہ کوئی پڑی ہوئی چیز مل جائے تو اعلان کرو تا کہ لوگ باخبر ہو جائیں، ایک شرارت پسند آدمی تھا اس کو ایک مرغی ملی، اس نے یہ کہا یہ مرغی اور ہلکے سے کہتا تھا کہ کس کی ہے؟ تو اب ظاہر ہے کہ مرغی تو بڑے زور سے کہا، لیکن یہ کسی نے نہیں سنا کہ کس کی ہے، تو کچھ دنوں تک اعلان کرنے کے بعد اس نے رکھ لی۔ تو ایسا کرنے والے آج کل بہت ہیں، اس طرح کا اشتہار اور اعلان چل رہا ہے۔

اپنی تہذیب کو بچائیے

ہم سب کو ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم سنجیدہ ہو جائیں، فنکاری سے اپنے آپ کو بچالیں، آج ہمارا ظاہر خوش معلوم ہوتا ہے اور دل رو رہا ہے۔ ہر شخص پریشان ہے، میں نے ابھی ایک جگہ بہت بڑا جلسہ تھا، آگے بوڑھے بیٹھے ہوئے تھے، ہم نے یہ

کہا کہ آج کل باہر کی ایسی محبت پیدا ہوگئی ہے، سات سمندر پار جو لوگ رہتے ہیں ،جنہوں نے ہماری تہذیب کو برباد کر دیا ہے ہمارے کلچر کو پنچر کر دیا ہے، آج ہماری تہذیب رو رہی ہے ہمارے یہاں حیا تھی، شرم تھی، بڑوں کا رکھ رکھاو عزت تھی، سب ختم کیا جا رہا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے: ''کوئی نوجوان کسی بوڑھے کی عزت کرے گا تو اوپر والا ضرور سے ضرور جب یہ بوڑھا ہوگا تو کسی نوجوان کو اس کی خدمت میں لگا دے گا۔''

جیسا کرو گے ویسا پاؤ گے، یہ ہماری تہذیب تھی انہوں نے کہا آدمی بوڑھا ہو جائے تو Old Age Home میں بھیج دو اور اگر بیمار ہو جائے تو اس کو نکال ہی کر پھینک دو، یہ ہمارا کلچر نہیں ہے یہ ان کا کلچر ہے لیکن آج ہمارے یہاں پیدا ہو رہا ہے، کیوں پیدا ہو رہا ہے یہ؟ خود غرضی پیدا ہو رہی ہے، پیسے کی محبت پیدا ہو رہی ہے، ہمارے حضرت مولانا علی میاںؒ نے تو ایک جگہ بڑے زور سے کہا تھا ''یہ آخر پیسے کو کیا سمجھے ہو تم لوگ یہ کاغذ کا ٹکڑا ہے، اس کو پھاڑ کر پھینک دیجئے، آگ لگا دیجئے یہ کیا کر سکتا ہے'' لیکن آج اس پیسے کے اندر اتنی طاقت ہے کہ جو چالاک لوگ ہوتے ہیں، جب آفس میں جاتے ہیں، اور ان کو کام کرانا ہوتا ہے تو پیسہ جیب میں اوپر رکھتے ہیں، تاکہ دیکھ لیں کہ مشکل کشا موجود ہے۔

تو میرے بھائیو اور دوستو! ہم سب کو ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے اندر یہ بات پیدا کریں، اکبر الہ آبادی نے کہا تھا کہ ایسے لٹریچر سے بھی بچو کہ:

ہم ایسی کل کتابیں قابل ضبطی سمجھتے ہیں
جنہیں پڑھ کے بیٹے باپ کو خبطی سمجھتے ہیں

تو سارے بڈھے خبطی ہو گئے، لڑکے آپس میں مذاق کرتے ہیں ارے بڈھا ہے چل گیا ہے،، حالانکہ بڑوں کی رائے سے فائدہ اٹھانا چاہئے، جب ہم اپنے بڑوں سے فائدہ اٹھائیں گے تب ہمارے نوجوان ہم سے فائدہ اٹھائیں گے، تو میرے

بھائیو، دوستو! ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم لوگ اس کو سمجھیں اور جلدی کسی کے کہنے سننے میں نہ آئیں، اپنے اوپر بھروسہ کریں، عقل کیوں دی گئی ہے؟ صرف دال چاول کے لئے دی گئی ہے؟ یہاں تو ماشاء اللہ بڑے بڑے تاجر بیٹھے ہوئے ہیں، یہ ایک ایک چیز کی چھان بین کرتے ہیں کہ مارکیٹ ریٹ کیا ہے، فلاں جگہ کیا ہے؟ عقل تو ان سب چیزوں میں بڑی چلتی ہے لیکن جب معاملہ اس کا آتا ہے تو عقل کو بند کر کے رکھ دو ڈبیہ میں اور عقل کو بند کرنے سے عقل بے اثر ہو جائے گی، بیکار ہو جائے گی تو اس لئے آج کل یہ کالجز کھلتے چلے جا رہے ہیں میں مبارک باد دیتا ہوں اپنے ملک کو جہاں اتنے کالجز کی تعداد بڑھتی چلی جا رہی ہے، ابھی لکھنؤ سے کانپور آیا ہوں، راستے میں ایک سے ایک عمارتیں، مگر میں یہی سوچتا رہا کہ ان میں ہوگا کیا؟ ان کالجوں میں آج سکھایا ہے دکھا ختم ہو گئی ہے۔ آج وہاں بد اخلاق بنائے جاتے ہیں۔ بچے گھر سے کالجوں، اسکولوں میں جاتے ہیں تو بالکل سیدھے سادے، کچھ بھی نہیں جانتے بیچارے لیکن جب کالج میں پڑھ کر نکلتے ہیں تو آوارا ہو کر نکلتے ہیں، ان میں سوچنے سمجھنے کا ڈھنگ بدل چکا ہوتا ہے۔

تعلیم کو تربیت سے ہٹا دیا گیا، یہ ہماری تہذیب نہیں تھی، اگر ہم اپنی تہذیب کو اپنے گلے سے لگائیں گے تو پھر ہم اپنی ذمہ داریوں کو نبھا سکتے ہیں۔ اور اگر ہم ان کو دیکھیں گے جو وہاں بیٹھے ہیں سات سمندر پار تو پھر دیکھتے ہی رہیں ہونا کچھ نہیں ہے، ”کوا چلا ہنس کی چال، اپنی چال بھول گیا“ ہم وہ ہو نہیں سکتے جو وہ ہیں، تو آپ اپنی چال چلئے تو اس طرح آپ ان کے امام بن جائیں گے۔

اپنی تہذیب مگر چیک آپ کے ساتھ

اگر آپ اپنی تہذیب، اپنی ثقافت کے ساتھ رہیں، اپنے اخلاق کے ساتھ رہیں گے، اپنی جو پرانی قدریں ہیں جو حضرت آدم سے چلی آ رہی ہیں ان کے ساتھ

چلیں، جن پر چلنا ضروری ہے، یہ بات یادرکھیں اور چیک بھی کرتے رہیں کیونکہ آدمی بوڑھا بھی ہوتا ہے، اور چالیس (۴۰) برس بعد آدمی کو چیک اپ کی ضرورت پیش آتی ہے۔ ایک بار میں دکھانے گیا ڈاکٹر کو تو جب عمر پوچھی تو بتایا کہ چالیس سال کے اوپر ہے، تو کہنے لگے چالیس سال میں چیک اپ ضروری ہو جاتا ہے۔

یہ بات ہر چیز میں ہے قومیں بوڑھی ہوتی ہیں، اور ہر چیز بوڑھی ہوتی ہے چیک اپ ضروری ہے، اور جو چیک اپ کراتا رہتا ہے وہ ٹھیک رہتا ہے، اور چیک نہ کرانے سے ایک دم سے معلوم ہوا کہ شوگر (۵۰۰) پانچ سو، گیا کام سے بیچارا، تو میرے بھائیو، دوستو! ہم آزاد تو اس اعتبار سے ہیں کہ اوپر والے نے ہمیں پیدا کیا ہے، آنکھ کھلی رکھیں، دماغ کھلا رکھیں، اور ساتھ ساتھ دماغ کا صحیح استعمال کریں، بلکہ سب کا صحیح استعمال کریں، آنکھ گھورتی بھی ہے اور پیار سے دیکھتی بھی ہے، دونوں کام اس کے ہیں۔ بات صرف اتنی کہنی ہے کہ ہم اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں اور دور بیٹھ کر پروپیگنڈے سے متاثر نہ ہوں۔

میں خاص طور سے مسلمان ہونے کی حیثیت سے اپنے غیر مسلم بھائیوں سے کہونگا کیوں کہ یہ بہت زیادہ متاثر ہو گئے ہیں گھبراتے ہیں ہمارے ساتھ تو یہ قصہ پیش آتا ہی رہتا ہے۔ ایک قصہ میں آپ کو اپنے ندوے ہی کا سنا دیتا ہوں: "ایک صاحب ہمارے پاس آئے غیر مسلم، وہ ذرا ہمت کر کے اندر آ گئے تو پھر میرے پاس رہے تھوڑی دیر، تو میں ان کو اندر لے گیا ہال میں اوپر اور ایک چپراسی کو میں نے بلایا اور کان میں کہا ذرا چائے بسکٹ تو لے آنا، تو بیچارہ گیا چائے وغیرہ لایا اور بات چیت ہو گئی، پھر وہ ہمارے یہاں آنے جانے لگے، ایک مہینہ گزرا تو ایک دن کہنے لگے کہ مولانا آج میں آپ کو ایک واقعہ سناتا ہوں اور ہنسنے لگے بیٹھ کر، اچھے خاصے آدمی لمبے چوڑے ۶ فٹ کے تھے، آدھی انگلش، آدھی اردو بولتے تھے، کہنے لگے جب ایک مہینہ پہلے آپ اندر لے گئے تھے، پہلے میں یہ سمجھتا تھا کہ مسلمان بڑے خطرناک ہوتے ہیں، میں نے تو یہی سنا تھا کہ جو چلا گیا اندر وہ واپس نہیں آیا، لیکن اسلام کی

اسٹڈی کی تھی اس لئے ہمت جٹا کر آ گیا تھا لیکن جب آپ مجھے اوپر لے گئے اور چپراسی کے کان میں کہا کہ چائے لائے تو مجھے لگا کہ یہیں مجھے مار کر اندر ڈال دیا جائے گا،اور جب آپ سے اتنا تعلق ہو گیا تو آپ سے کہہ رہا ہوں۔

یہ بات آج سے دس سال پرانی ہے۔ایک نیا واقعہ سن لیجئے بالکل تازہ ایک .L.L.B صاحب جنہوں نے .I.A.S بھی امتحان پاس کیا ہے ان کو ایک صاحب میرے پاس کسی طرح لے آئے، ہمارے ہاں کچہری میں کام کرتے ہیں،تو میرے دفتر میں بیٹھے ہوئے تھے،تھوڑی دیر میں میں نے دیکھا کہ ادھر ادھر دیکھ رہے ہیں تو میں نے کہا کہ ڈر رہے ہیں آپ شاید،تو بھئی اتنا پڑھا لکھا آدمی تھا کہا نہیں نہیں، پھر تھوڑی دیر میں بے تکلف ہو گئے، پھر میں ان کو اندر لے گیا بیٹھایا اور کہا کہ دیکھئے لوگ نماز پڑھ رہے ہیں، اگر آپ آدھی رات کو بھی اندر آ جائیں تو یہ تو ہوگا کہ لوگ آپ کو پکڑیں گے، ہاں اس لئے پکڑیں گے کہ آپ کہاں سے آئے ہیں، کیا کام ہے، کس سے ملنا ہے، آیئے چائے پی لیجئے،تو انہوں نے ایک دن مجھ سے بتایا کہ میں نے اپنے گھر میں انفورم کر دیا تھا کہ ایسی جگہ جا رہا ہوں جہاں جاتے ہوئے پولس والے بھی گھبراتے ہیں اگر دو ڈھائی گھنٹے میں نہ آؤں تو معلوم کر لینا۔

ارے ذرا سوچئے یہ ہے کیا؟ کس شیطان نے یہ ہوا چلائی ہے۔اور کس نے ہم کو دور کرنے کی کوشش کی ہے۔آخر کیوں کی؟ تو ہمیں اس کا پتہ لگانا چاہئے جس نے ہمارے اندر یہ بھید بھاؤ پیدا کیا ہے، دوریاں پیدا کی ہیں، ہم کو ایک دوسرے سے الگ کیا ہے۔میں آپ سب تمام بھارت واسیوں سے کہتا ہوں کہ آپ ہمارے ہاں آئیں،اور آپ چیک کریں اور دیکھیں کہ ہمارے اندر کیا ہے؟ارے ہم بھی انسان ہیں، کوئی حیوان نہیں ہیں،تو میرے بھائیو، دوستو! آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں یہ سب ہم سب کی ذمہ داریاں ہیں، ابھی ذمہ داریاں تو بہت ہیں، لیکن اہم اہم جو ذمہ داریاں ہیں، جو ہماری بنیادی چیزیں ہیں اس کے بارے میں آپ

کے سامنے باتیں رکھ دی گئی ہیں، لیکن اشارے کیئے ہیں کہ سمجھداروں کے لئے اشارہ کافی ہے، اور سمجھتا ہوں بات بھی کافی ہے۔

ہاں یاد رکھیں جب تک ہم سب مل کر اپنی ذمہ داریاں نہیں نبھائیں گے تب تک ترقی نہیں ہوسکتی ہے، جس کی مثال رسول پاک ﷺ نے دی ہے اور ہمارے حضرت مولاناؒ نے بھی بہت دی ہے اس کو سنا کر اپنی بات کو ختم کردیتا ہوں، ''ایک کشتی ہے جس پر دو طبقے ہیں، اپر کلاس، ایک لوور کلاس، اپر کلاس والے اوپر رہتے ہیں اور لوور کلاس والے نیچے رہتے ہیں، لوور کلاس والوں کو پانی لینے کے لئے اپر کلاس جانا پڑتا ہے، پانی لے جانے میں کچھ پانی چھلکتا ہے، کچھ ٹپکتا ہے، تو اپر کلاس والوں نے ٹوکنا شروع کیا کہ جب دیکھو تب پریشان کرتے ہو، تو انہوں نے یعنی لوور کلاس والوں نے سوچا کہ نیچے ہی چھید کرلیں یہیں سے پانی لے لیں گے، بار بار اوپر جانے پر ٹوکتے ہیں، برا بھلا کہتے ہیں، تو اگر کسی اپر کلاس والے نے آکر ہاتھ نہ پکڑا تو دونوں ہی ڈوبیں گے کوئی نہیں بچے گا، اپر کلاس والے سمجھیں کہ ہم اڑ جائیں گے تو اڑنا وڑنا کچھ نہیں وہ بھی نیچے ہی جائیں گے، اس لئے ہم سب کو مل کر رہنا ہے اور کام کرنا ہے، اور ایک دوسرے کو سمجھنا ہے اور اگر کوئی الٹی سیدھی بات آکر کہے تو اس پر دھیان نہیں دینا ہے، اور ایسا بھی ہے کہ ہمیں جو اتہاس پڑھایا جارہا ہے وہ بھی ایسا ہی اتہاس ہے، ایک مثال دیکر بات ختم کیئے دیتا ہوں کہ ''بچپن میں سنا تھا کہ کوا کان لے گیا، تو کوے کے پیچھے دوڑ رہے ہیں کان نہیں دیکھ رہے ہیں'' ایسے ہی ہماری تاریخ بھی لکھی گئی ہے، انہوں نے لکھی ہے جو وہاں ہیں اس پار ہیں، ارے بھائی ان سے چھٹکارا حاصل کرلیجئے کہاں ان کے چکر میں پڑے ہیں، اپنا اتہاس تیار کیجئے، اپنی تاریخ اپنے تاریخ دانوں سے لکھوائیں، اپنی ہر چیز تیار ہو، پھر انشاء اللہ ہم سب مل کر رہیں گے، جنت کا مزہ یہیں آئے گا، سکون بھی ملے گا، ترقی بھی کریں گے، اللہ ہماری مدد فرمائے۔

کیونکہ دیر بھی بہت ہوچکی ہے اور ہمارے حضرت مولانا بہت دیر سے بیٹھے

ہوئے ہیں، اس لئے اپنی بات کو ختم کرتا ہوں اور سب سے یہ کہتا ہوں کہ اپنی ذمہ داریاں سمجھنے کی ہر آدمی کوشش کرے، یہ نہیں کہ ہم ایک دوسرے کو دیکھیں کہ فلاں صاحب تو ایسے ہیں، ویسے ہیں، نہیں ہم اپنے کو دیکھیں اور اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں گے تو آہستہ آہستہ کام بڑھتا جائے گا، اور ہمارا یہ ملک ترقی کرتا چلا جائے گا۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

برادان وطن میں اسلام کا تعارف اور ہماری ذمہ داریاں

یہ بات طے ہے کہ ہندوستان کا مسلمان اب کسی اور ملک کی طرف سفر کرنے والا نہیں ہے، بلکہ وہ ایک اچھے اور مفید شہری کی حیثیت سے زندگی گذارنے کا اعلان کر چکا ہے، لیکن صرف طے کر لینے یا اعلان کر دینے سے مسئلے حل نہیں ہو جاتے اور نہ استحقاق ثابت کیا جاتا ہے، اس کے لیے فکر کرنا اور ضروری اسباب اختیار کرنا لازمی ہے۔

ہندوستان کو اللہ تعالیٰ نے بعض ایسی صفات سے نوازا ہے جو کم ملکوں میں پائی جاتی ہیں، اس میں پریم ومحبت ہے، بھلی بات کی قدر ہے، احترام وتواضع ہے اور مل بیٹھ کر ایک دوسرے دکھ درد میں شریک ہونے اور اس میں تعاون کرنے کا جذبہ ہے، ایسی ملنسار اور پریمی زمین میں اللہ نے اپنے محبوب ومقبول بندوں کو بھیجا تا کہ وہ ایسی سرزمین میں بسنے رہنے والی قوم کو اللہ کی وحدانیت اور رسولؐ کی رسالت سے روشناس کرائیں تا کہ ان صفات میں مزید نکھار پیدا ہو اور اس سے مزید ہزاروں انسانیت کے چراغ روشن ہوں، ان اللہ کے نیک بندوں نے دعوت کا کام اپنی طاقت واستعداد سے کچھ آگے ہی بڑھ کر کیا جس کا مشاہدہ ہم کھلی آنکھوں سے کر رہے

ہیں، سندھ میں مسلمانوں کی آمد سے آج تک نہ جانے کیسے کیسے حسین وخوشنما پھولوں نے اس گلستان ہند کو معطر کیا اور اب بھی اس میں کتنے ہی دلکش و دلآویز پھول اپنی مہک سے اس کو عطر بیز کرنے کی فکر میں ہیں۔

دعوت کی اہمیت

اسی دعوت کے لیے اللہ نے اپنے پیغامبر بھیجے جنھوں نے بے کم وکاست دعوت کا حق ادا کیا، حضرت نوحؑ سے لے کر حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم تک بے شمار رسول آئے، سب نے توحید کی شمع روشن کی اور اللہ کی معرفت کے لیے راہ ہموار کی، کسی کی صدا پر زیادہ انسانوں نے لبیک کہا اور کسی آواز پر کم لوگ آئے، اللہ کی حکمت کا تقاضا اور مشیت کا فیصلہ یہی تھا، کیونکہ دلوں کی دنیا میں تصرف اس نے صرف اپنے ہاتھ میں رکھا ہے، حدیث میں آتا ہے: بندوں کے دل رحمٰن کی انگلیوں میں ہیں ان کو جدھر چاہے پھیر دے۔ [مشکوٰۃ] اور قرآن مجید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا گیا: "اِنَّکَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ" (القصص:٥٦) (تم جس کو پسند کرو اس کو ہدایت نہیں دے سکتے اور لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت عطا فرما دیتا ہے)۔

اسی کے ساتھ ساتھ دعوت کا کام غیر مسلموں میں کرنے کا تاکیدی حکم بے شمار قرآنی آیات میں اور بہت سی حدیثوں میں دیا گیا ہے، اور اس کے فضائل بھی بہت بیان کیے گئے ہیں، یہ ہمارا مسئلہ نہیں بلکہ ہم کو تو صرف اتنا حکم ہے کہ اسلوب و زبان اور حالات کے تقاضوں کو سمجھ کر دعوت کا کام کریں اگر اوپر ہدایت کے فیصلے ہو چکے ہیں تو نتائج محنت سے کہیں بڑھ کر سامنے آئیں گے، حضرت علیؓ کو مخاطب کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "تمہارے ذریعہ سے اللہ ایک فرد واحد کو ہدایت عطا فرما دے وہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے"، سرخ

اونٹ اس زمانہ کے معیار سے اعلیٰ ترین چیز تھے۔

ان تمام باتوں کو سوچتے ہوئے ہر مسلمان کی یہ ذمہ داری ہوجاتی ہے کہ دعوت وہدایت کی کوشش اپنی استعداد وصلاحیت اور امکانی وسائل کے ذریعہ کرے، اور خاص طور سے ہندوستان کی موجودہ صورت حال کا تقاضا اور ماحول کا مطالبہ یہ ہے کہ ہر ہندوستانی مسلمان اپنی دعوتی حیثیت کو اجاگر کرے اور پورے ہندوستان کو میدان دعوت سمجھ کر کام شروع کردے کیونکہ اگر اس نے اس دعوتی خلا کو اپنی دعوتی حیثیت کو اجاگر کرکے پر نہ کیا تو کوئی دوسرا اس خلا کو پر کرنے کے لیے اٹھے گا اور اس طرح بہت ہی قیمتی موقع ہاتھ سے جاتا رہے گا اور عرصہ تک کے لیے دعوت کا دروازہ بند ہوجائے گا، اس کے لیے ہمارا مندرجہ ذیل باتوں اور طریقوں کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی صلاحیت اور حیثیت کے اعتبار سے میدان عمل میں آجانا ضروری ہے۔

اسلامی نمونہ

سب سے زیادہ کامیاب مفید اور تیر بہ ہدف طریقہ برادران وطن کے سامنے اسلام کا چلتا پھرتا نمونہ اور اسلامی تعلیمات کی جیتی جاگتی تصویر پیش کرنا ہے، یہ طریقہ پہلی صدی سے آج تک اپنی کامیابی اور اثر انگیزی میں بے نظیر رہا ہے، جب بھی اس طریقہ سے کام لیا گیا دلوں کی دنیا بدل گئی، سوسائٹیوں کا نقشہ تبدیل ہوگیا ،دشمن دوست ہوگئے، بیگانے اپنے بن گئے اور دیکھتے دیکھتے کفر وشرک کی گندی بستی کے رہنے والے اسلام وایمان کے گلشن کے جانفزا اور روح پرور جھونکوں سے جھوم جھوم گئے اور اچانک موسم خزاں موسم بہار میں بدل گیا۔

سیرت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ صلح حدیبیہ کے بعد جتنے لوگ اسلام میں داخل ہوئے اس سے پہلے نہیں ہوئے تھے کیونکہ اس صلح کے زمانے میں مکہ مشرکین کو اور دوسرے مقامات کے غیر مسلموں کو مدینہ منورہ کی پاکیزہ بستی کے پاکیزہ

اخلاق دیکھنے کا قریب سے موقع ملا، ذہن کی گرہیں کھل گئیں، اسلام کی حقانیت روشن ہوگئی، اب کیا تھا جوق در جوق لوگ اسلام میں داخل ہونے لگے اور چند ہی دنوں میں لاکھوں انسانوں کا ایک سمندر تیار ہوگیا کیونکہ ہر شخص اپنا بھلا چاہتا ہے، ان کو اپنی بھلائی اس میں نظر آنے لگی، اس لیے بھلائی اختیار کرنے میں دیر نہیں لگی، یہی واقعات صحابہ کرامؓ کے ساتھ پیش آئے، جہاں گئے وہاں کی دنیا بدل دی، شمشیر کے زور پر نہیں اپنے عقیدہ کی پختگی سے، اخلاق کی پاکیزگی اور کردار کی بلندی سے، عدل و انصاف اور مساوات سے، اس کے بعد اور اس طرح چند سالوں میں دنیا کے بڑے حصے میں اسلام کا نام روشن اور کام نمایاں ہوگیا، یہی طریقہ ان کے غلاموں نے اپنایا اور اپنے اپنے زمانہ اور علاقہ میں اس سے خوب فائدہ پہونچایا یہاں تک کہ مختلف قافلے ہندوستان پہونچے اور یہاں بھی انھوں نے اپنے اسلاف کے طریقہ کو اختیار کیا اور مختصر عرصہ میں توحید کے علم برداروں اور رسالت کے متوالوں کا ایک جم غفیر تیار ہوگیا، حضرت شیخ معین الدین چشتیؒ آئے اور لاکھوں آدمی آپ کے ذریعہ مشرف بہ اسلام ہوئے، حضرت سید علی ہمدانیؒ نے اپنے رفقاء کے ساتھ کشمیر کا تین مرتبہ دورہ کیا، پورا کشمیر گرویدہ ہوگیا اور اسلام کا کلمہ پڑھنے لگا، اسی طرح نہ جانے کتنے اللہ کے بندے آئے اور پورے پورے علاقہ کو اسلام کے نور سے منور کر گئے، اخیر میں حضرت سید احمد شہیدؒ اپنے قافلہ کے ساتھ نکلے تو چالیس ہزار آدمی مشرف بہ اسلام ہوئے اور تیس لاکھ انسانوں نے توحید و سنت کی راہ اختیار کی اور جو لوگ بالواسطہ متاثر ہوئے ان کی تعداد خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

ایک قابل توجہ بات

اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم اپنے اسلاف کے ہم پلہ ہو جائیں اور دور صحابہؓ کے نمونے ہی پیش کریں، تو اسلام پھیل سکتا ہے ورنہ اسلام نہیں پھیل سکتا، یہ محال نہیں

تو ناممکن ضرور ہے، کیونکہ شمع نبوت سے جس قدر دوری ہوتی جائے گی اتنی ہی تاریکی بڑھتی جائیگی ،قوتیں اور صلاحیتیں کمزور ہوتی جائیں گی، اسی لیے قرآن مجید میں ہے کہ اللہ تعالیٰ طاقت وصلاحیت سے زیادہ کا حکم نہیں دیتا، ترمذی شریف کی روایت میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے فرمایا کہ تم جس زمانہ میں ہو، اگر تم دوساں حصہ چھوڑ دو گے جس کا تم کو حکم دیا جارہا ہے تو ہلاک ہوجاؤ گے، ایک زمانہ ایسا آئیگا کہ اگر اس زمانہ کے لوگ جس کا ان کو حکم دیا گیا ہے اس کے دسویں حصہ پر بھی عمل کرلے جائیں گے تو نجات پاجائیں گے، اس لیے اب کام زیادہ آسان ہے اور اگر خدا کا فیصلہ ہو چکا ہے تو ہدایت کی ہوائیں چلنے میں دیر نہیں لگے گی، حدیثوں سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ اسلام کا نور ہر گھر میں پہونچ کر رہے گا۔[مشکوٰۃ، مسند احمد]

کیا عجب ہے کہ ہندوستانی برادری کی اتنی بڑی تعداد کی قسمت میں ہدایت کا نور پہونچ گیا ہو جس کے ظہور کا وقت آرہا ہو جس کی طرف اشارے ہمارے ہندوستان کے چوٹی کے بزرگ اور اللہ کے محبوب بندے کر چکے ہیں، خاص طور سے حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اپنے مکتوبات میں اور حضرت سید احمد شہیدؒ نے اپنے ملفوظات میں کہیں صراحۃً اور کہیں اشارۃً ہندوستان میں دین اسلام کی ترقی کی امید ظاہر کی ہے، بس دعوتی کام کے سلسلہ میں مزید دو باتیں ذہن میں تازہ رکھنے کی ہیں۔

بعض لوگ یہ شکایت کرتے نظر آجاتے ہیں کہ ماضی میں اگر اجتماعی منظم کام کیا جاتا تو آج ہندوستان کا نقشہ کچھ اور ہوتا اور اتنی پریشانیاں ہم کو نہ اٹھانی پڑتیں، اللہ کے سارے کام حکمت پر مبنی ہوتے ہیں ، معلوم نہیں اس میں کیا کیا حکمتیں ہوں گی، لیکن یہ ہماری خوش نصیبی معلوم ہوتی ہے کہ ہم کو کام کا میدان ملا ہے، اگر اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس ہدایت عامہ کے لیے قبول فرمالیا اور کچھ بندوں کو ہم نے صحیح راہ پر لگا دیا تو اس کے اجر وثواب کا ہم اندازہ کرسکتے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ہم اسلام کی تعلیمات کو اپنا کر یا اسلام پر جتنا کچھ ہم علم کر رہے ہیں اس کو صحیح نیت کے ساتھ دوسروں کے سامنے بھی رکھیں اور اسلام کی کسی بھی ادنیٰ سے ادنیٰ سنت سے شرمائیں نہیں، معلوم نہیں اس کو کون سی ادا پسند آجائے کیونکہ اسلام کی ساری ادائیں دلفریب و دلنواز ہیں، چند نومسلموں کے تاثرات پڑھنے سے اندازہ ہوا کہ بظاہر معمولی چیز بھی اسلام کا سبب بن سکتی ہے، کسی کے دل کو نماز کے دلفریب منظر نے مسخر کیا اور کسی کو معاملات کی ستھرائی نے گرویدہ بنایا، کسی کو قرآن کے معجزانہ کلام نے اپنایا، کسی کو اسلام کے مکمل و محکم نظام نے اپنی طرف کھینچ لیا، اس لیے ہمارا کام اسلام کی تعلیمات پیش کر دینا ہے، اگر ہدایت کا فیصلہ خداوندی ہو چکا ہے تو نتائج بہت ہی عمدہ اور خوش کن نکلیں گے۔

پیام انسانیت

سرزمین ہندوستان کو ہموار کرنے اور یہاں والوں کے دلوں کو تیار کرنے میں یہ تحریک بہت موثر رول ادا کر سکتی ہے، بلکہ یہ تحریک دعوتی کام کو کامیاب بنانے میں بہت ہی مفید اور نفع بخش کردار ادا کر سکتی ہے، تحریک کے داعی اول حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے اپنے انٹرویو میں یہ بات کہی تھی کہ پیام انسانیت کی تحریک ملک کے تمام دینی، تعلیمی، علمی کوششوں اور تحریکوں کے لیے ایک حصار کی حیثیت رکھتی ہے ،آگے کہتے ہیں اس تحریک کو میں ہر تحریک کا خادم اور معاون سمجھتا ہوں اور میرے نزدیک ہر دعوت و تحریک کو اس کا خیر مقدم کرنا چاہیے، کم سے کم اس کی حیثیت وہ ہے جو کسی فراش یا سلیقہ یا زمین برابر کرنے والے یا شامیانہ لگانے والے کی ہوتی ہے جس کے بعد کوئی بھی جلسہ یا اجتماع ہو سکتا ہے خواہ وہ خالص مذہبی نوعیت کا ہو یا تعلیمی بحث و مذاکرہ کا۔

خاص طور سے آج کل کے حالات کی ابتری، اخلاق کی انارکی اور خون انسانی کی ارزانی کو دیکھتے ہوئے اس کی اہمیت میں اور اضافہ ہو گیا ہے، اس اہم ضرورت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مولانا نے ایک تقریر میں فرمایا تھا:

"اغراض وتعصبات، قوم پرستی اور سیاسی مقاصد سے بالکل آزاد اور بے تعلق ہوکر عام انسانوں کے سامنے وہ حقیقتیں رکھی جائیں جن پر انسانیت کی نجات اور سلامتی موقوف ہے، اور جن کو نظر انداز کرکے ہمارا یہ پورا تمدن اور انسانی سوسائٹی اس وقت سخت خطرے سے دوچار ہے اور موت وزیست کی کشمکش میں گرفتار ہے، یہ حقیقت اپنے اپنے زمانے میں پیغمبروں نے بیان کی تھیں اور ان کے لیے سخت جدوجہد کی تھی، یہ حقیقتیں بھی زندہ ہیں، لیکن سیاسی تحریکوں، مادی تنظیموں اور قومی خود غرضیوں نے گردوغبار کا ایسا طوفان کھڑا کردیا ہے کہ یہ روشن حقیقتیں ان کے اوٹ میں اوجھل ہوگئی ہیں، لیکن انسانی ضمیر ابھی مردہ اور انسانی ذہن ابھی مفلوج ومعطل نہیں ہوا ہے، اور پوری بے غرضی، پورے یقین اور خلوص کے ساتھ ان حقیقتوں کو عام فہم اور دل نشیں انداز میں بیان کیا جائے تو انسانی ضمیر وذہن اپنا کام کرنے لگتا ہے اور بڑی گرم جوشی سے ان حقیقتوں کا استقبال کرتا ہے اور بعض وقت تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان تقریروں میں اس کے دل کی ترجمانی اور اس کے درد کا مداوا ہے"۔

اس مختصر اور جامع اقتباس سے تحریک کی اہمیت وافادیت اور اس کی معنویت پوری طرح واضح ہوجاتی ہے، لیکن ذہن ودماغ میں افادیت و اہمیت کا واضح ہوجانا کافی نہیں، بلکہ اس کے لیے اپنی استعداد اور امکانات کی حد تک آگے بڑھانے کی بھی ضرورت ہے جس کے لیے مندرجہ ذیل کام کرنے ہوں گے۔

۱- تحریک کا جو لٹریچر تیار ہوچکا ہے، اس کو ہمہ وقت اپنے پاس رکھنا، سفر میں حضر میں اور برابر ایسے لوگوں سے ملتے رہنا جو اس سے اتفاق کرتے ہوں اور ان کو لٹریچر فراہم کرنا اور لٹریچر آفس "پیام انسانیت" لکھنؤ سے حاصل کرنا اور اگر ممکن ہو تو اس میں سے کسی کتابچہ کا انتخاب کرکے مقامی زبان میں چھپوا کر تقسیم کرادینا اور برابر اس کام کو جاری رکھنا۔

۲- جب پیام انسانیت کے لیے مختلف حضرات کے دورے ہوں تو ان

کا بھرپور تعاون کرنا اور خاص طور سے غیر مسلموں سے پہلے سے رابطہ قائم کر کے ایسے جلسوں میں شرکت کے لیے آمادہ کرنا۔

۳- کچھ فعال اور مخلص کارکنوں کا انتخاب کر کے مختلف علاقوں میں جا کر تحریک کا تعارف کرانا اور اس کے لیے کوئی مخصوص جگہ متعین کر کے اس کا مذاکرہ کرنا اور اس کے لیے مخلص و سمجھدار علماء کو تقریر کی دعوت دینا۔

۴- مختلف پسماندہ علاقوں اور شہر سے دور دیہاتوں میں مختلف کیمپوں کا انتظام کرنا اور اس کے سلسلہ میں مقامی و بیرونی ڈاکٹروں سے رابطہ قائم کر کے ان سے تعان لینا جس میں ان شاء اللہ بڑی کامیابی ہوگی، اس کا تجربہ بھی بعض علاقوں میں کیا گیا ہو جو بہت کامیاب رہا اور اس کے بہت اچھے نتائج سامنے آئے۔

مظلوم کی مدد اور کچلے ہوئے طبقوں سے ہمدردی

ہمارے اس ملک کی زیادہ آبادی ایسے لوگوں پر مشتمل ہے جو ہزاروں سال سے کچلے جا رہے ہیں اور ان کے ساتھ نارواسلوک کیا جا رہا ہے، کوئی ظلم ایسا نہیں جو ان پر کیا نہیں گیا اور خاص طور سے ایک طبقہ برابر ان کا استحصال کرتا رہا ہے اور برابر وہ اس استحصال کو قائم رکھنا چاہتا ہے، پہلی مرتبہ ہندوستان کے بادشاہ قطب الدین ایبک نے ان کو شہر میں داخلہ کی اجازت اور رہنے کی سہولت دی تھی ورنہ اس سے قبل سورج غروب ہونے سے پہلے فصیل شہر سے باہر چلا جانا ان کے لیے ضروری تھا، جانوروں کی سی زندگی گذارتے گذارتے وہ غلامی کے ایسے خوگر ہو گئے تھے کہ بلند ہمتی اور خودداری جیسی انسانی صفات سے بالکل خالی ہو گئے تھے، لیکن اب زمانہ نے کروٹ لی ہے، کچلے پسے مظلوم اٹھنے کی کوشش کرنے لگے ہیں، ہمارے ملک کی یہی طبقاتی کشمکش جو دو ہزار دو سو ستائیس خاندانوں میں بٹی قوم کی کش مکش ہے جو پھر سے نئے حوصلے کے ساتھ اٹھ رہی ہے، اس وقت ان کو نئے سہارے کی ضرورت ہے، نئی پشت پناہی کی ضرورت ہے، نئے ہاتھ کی ضرورت ہے، لیکن پوری حکمت

ودانائی کے ساتھ، مکمل چوکسی اور ہوش مندی کے ساتھ اور پورے خلوص اور ہمت کے ساتھ، آج ان کی نظریں ہماری طرف اٹھ رہی ہیں لیکن جھجک کے ساتھ، ہاتھ ہماری طرف بڑھ رہے ہیں لیکن تحفظ کے ساتھ، قدم ہماری طرف اٹھ رہے ہیں لیکن ہچکچاہٹ کے ساتھ، اس کے بھی اسباب ہیں جو ہمارے ماضی میں بکھرے ہوئے ہیں جن کو دوہرانے کا فائدہ نہیں، ہمارا کام مستقبل پر نظر رکھتے ہوئے قرآن وسنت اور سیرت نبویؐ کی روشنی میں آگے بڑھنا ہے۔

اس طبقاتی کش مکش کا گہرائی سے مطالعہ کر کے اس کے لیے لائحہ عمل تیار کرنا اور جو ہمیشہ کچلے گئے ان کے شعور کو بیدار کرنا اور ان کے اندر خود اعتمادی پیدا کرنا، اپنا حق لینے کا جذبہ پیدا کرنا، اور اس سلسلہ میں ان کا ہر ممکن تعاون کرنا اور تمام امکانی وسائل پوری سرگرمی اور محنت سے اس کے لیے استعمال کرنا۔

آج کل فرقہ واریت کا جو طوفان کھڑا کیا گیا ہے، اس کے پیچھے بھی جو عوامل کارفرما ہیں ان میں سب سے اہم اور بنیادی اس استحصال کا باقی رکھنا ہے اور پھر دور غلامی کی تاریخ دہرانے کا ہے تاکہ جس طرح ایک طبقہ ہمیشہ تخت وسلطنت کا وارث رہا ہے، وہ اسی طرح وراثت پاتا رہے اور حقیقی وارث مجوب ہی رہیں اور محرومی کی زندگی گذارتے رہے ہیں۔

یہ ایک حقیقت ہے، داعیانہ جذبہ نہ ہونے اور اسلام کو صحیح نہ سمجھنے کی وجہ سے ایک طبقہ مسلمانوں کا ان کو وہ ہمدردی اور تعاون نہ دے سکا جو ان کا حق تھا، بلکہ وہ مسلمان طبقاتی کش مکش میں خود مبتلا ہونے لگا حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی جاہلیت زدہ ذہنیت کو پوری طرح کچلنے اور ختم کرنے کی کوشش فرمائی تھی، صلح حدیبیہ کے موقع پر صلح سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو غلام بھاگ کر آگئے اور مسلمان ہو گئے، ان کے آقاؤں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لکھا کہ اے محمدؐ! یہ تمہارے دین کی خواہش میں مسلمان نہیں ہوئے ہیں، بلکہ اپنی غلامی سے بچنے کی

خاطر یہ راستہ اختیار کیا ہے، کچھ مسلمانوں نے اس بات کی تائید کی اور اس کو واپس بھیج دینے کی سفارش کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر سخت ناراض ہوئے اور فرمایا:

''اے قریشیو! تم باز آنے والے نہیں معلوم ہوتے جب تک اللہ تعالیٰ کسی ایسے کو تم پر مسلط نہ کر دے جو تم کو اس طرح کی باتوں پر تہہ تیغ کرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کچلے مظلوم غلاموں کو واپس بھیجنے سے انکار کر دیا نیز فرمایا: یہ اللہ کے آزاد کردہ ہیں''۔

آپ نے تمام مسلمانوں کو یہ پیغام دیا تھا کہ انسان انسان ہے چاہے کسی طبقہ اور برادری سے تعلق رکھتا ہو، اگر وہ ہمارے پاس آتا ہے اور اسلام قبول کرتا ہے تو اس کا درجہ کسی سے کم نہیں، لیکن ہم برادران وطن سے متاثر ہونے کی وجہ سے ایسا کرنے سے اب تک قاصر رہے، اس کا قدرتی نتیجہ یہ ہوا کہ وہ طبقہ جو اپنی ہوشیاری اور مکاری سے ان کچلے ہوئے طبقوں کا غلط فائدہ اٹھاتا رہا تھا، وہ اسی طرح مسلمانوں کے خلاف ان کو استعمال کرتا رہا جس کا نتیجہ یہ بھی ہوا کہ مسلمان انہی کم پڑھے لکھے لوگوں کو اپنا حریف تصور کرنے لگے، اور ان کے دماغوں میں ایک کانٹا چبھ گیا کہ ان سے خیر کی امید نہیں ہے، مسلمانوں کے ذہن سے یہ بات دور ہونے لگی کہ سب آدمؑ کی اولاد ہیں، سب آپس میں بھائی بھائی ہیں، مظلوم کا ساتھ دینا اور کمزور کا ہاتھ بٹانا اسلام کا خاص پیغام ہے، مکر وفریب میں گرفتار لوگوں کو نکال کر شاہراہِ معرفت پر لگانا بہت بڑے اجر وثواب کا کام اور عمل ہے۔

الحمد للہ اب مسلمانوں میں اس کا شعور پیدا ہو چلا ہے، لیکن ابھی رفتار میں سستی اور تعاون میں کمی ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے کام کے لیے قبول فرما لے اور ہم کو ذریعہ ہدایت بنا کر ہم کو اپنے خاص فضل سے نوازے۔ (آمین)